صحابہ کرام اور اہلبیت علیہم الرضوان پر منفرد تصنیف

مقام صحابہ و اہلبیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ازقلم:

ابو بلال محمد سیف علی سیالوی



نظر ثانی:

ابو ذہیب محمد ظفر علی سیالوی غفرلہ

ناشر

اکبر بک سیلرز لاہور

صحابہ کرام اور اہلبیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر منفرد تصنیف

مقامِ صحابہ و اہلبیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ازقلم:

ابوبلال محمد سیف علی سیالوی

نظرثانی:

ابوذہیب محمد ظفر علی سیالوی غفرلہ

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

Ph: 37352022

نام کتاب	....	مقامِ صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم
مصنف	....	ابو بلال محمد سیف علی سیالوی
صفحات	....	224
کمپوزنگ	....	عقیل احمد
اشاعت	....	جنوری 2017ء
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	-/250 روپے

☼☼☼☼☼☼☼☼

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر
۴۰۔ اردو بازار لاہور

ترتیب

تاجدارِ صداقت

جانشین رسول مخدوم اصحاب رسول، سسر رسول، اداشناس مزاج نبوت، صدر دین وملت، یار غار، یار مزار، نائب مصطفیٰ، خلیفہ بلافصل، افضل البشر بعد الانبیاء حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صدق وصفا کے پیکر اور فراست وبصیرت کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔

ولادت:

آپ عام الفیل کے اڑھائی برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ ان دس خوش نصیب اصحاب میں ممتاز مقام رکھتے ہیں جن کو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دنیا ہی میں جنت کی خوشخبری عنایت فرمادی تھی۔

وہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا
اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس رات حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت اور جلال سے فرمایا جو اس نومولود سے محبت رکھے گا اس کو جنت میں داخل کروں گا۔

("ریاض النضرہ" مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد، جلد اول، صفحہ 357)

شجرہ نسب اور حلیہ:

آپ کی والدہ کا نام اُمّ الخیر سلمیٰ رضی اللہ عنہا ہے اور وہ آپ کے والد کے چچا کی

بیٹی ہیں۔ آپ کے والد عثمان بن عامر عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ (ایضاً)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ کا رنگ سفید تھا۔ دونوں رخسار اندر کو دبے ہوئے تھے۔ پیشانی ہمیشہ عرق آلود رہتی تھی۔ نظریں ہمیشہ نیچی رکھتے تھے۔ بلند پیشانی تھے۔ مہندی لگایا کرتے تھے۔ (''تاریخ الخلفاء'' مطبوعہ لاہور، صفحہ 127)

دامنِ اسلام میں:

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے قبل بہت بڑے تاجر تھے۔ ملک شام میں آپ ایک مرتبہ تجارت کیلئے تشریف لے گئے تو رات کو خواب میں آپ نے دیکھا کہ چاند اور سورج آسمان سے ان کی گود میں اتر آئے ہیں اور آپ نے ان دونوں کو سینے سے لگالیا اور اپنی چادر مبارک اپنے اوپر لے لی۔ صبح ہوئی تو آپ بحیرہ راہب کے پاس تشریف لائے اور اپنا خواب سنایا تو راہب نے آپ پر چند سوال کئے۔

آپ کہاں سے آئے ہیں؟

آپ نے فرمایا: ''مکہ مکرمہ سے آیا ہوں''

دوسرا سوال کیا: آپ کس خاندان سے ہیں؟

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''میں قریش سے تعلق رکھتا ہوں۔''

تیسرا سوال کیا: آپ کیا کرتے ہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں تاجر ہوں۔''

تو راہب نے سوالات کے جواب سن کر کہا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے خواب کو حقیقت بنا کر مشاہدہ میں اس طرح لائے گا کہ تمہاری قوم میں سے ایک نبی کو مبعوث فرمائے گا اور تم اس کی حیات میں وزیر اور اس کے انتقال کے بعد اس کے خلیفہ ہو گے۔

(المذہب المختار، 10)

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تعبیر سن کر بڑے خوش ہوئے اور جب حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس اپنے دعوے کی کیا دلیل ہے کیونکہ جو نبی ہوتا ہے وہ معجزات لے کر آتا ہے۔ اگر آپ نبی ہیں تو کوئی معجزہ دکھایئے۔

تو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کیا وہ معجزہ کم ہے جو ملک شام میں دیکھا ہے۔''

معجزہ دکھلائیں تاکہ آؤں میں اسلام میں
کیا وہ معجزہ کم ہے جو دیکھا ملک شام میں

جب سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سنا تو فوراً حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بھرے انداز میں معانقہ کیا اور آپ کی نورانی پیشانی کو بوسہ دیا اور زبان سے کلمہ شہادت پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ (رحمۃ للعالمین، ص 167، ابن عساکر، جلد 32)

(''ریاض النضرہ'' جلد اول، صفحہ 145، ''خصائص الکبریٰ'' مطبوعہ ممتاز اکیڈمی لاہور، جلد اول، صفحہ 68، ''انسان العیون'' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، جلد اول، صفحہ 391، ''جامع المعجزات'' مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور، صفحہ 13، ''نزہۃ المجالس'' مطبوعہ قادری رضوی کتب خانہ لاہور، جلد دوم، صفحہ 435، ''تکریم المومنین'' صفحہ 11)

بت سے مناظرہ:

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد ابوقحافہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بت خانہ میں لے گئے اور مجھے کہا یہ تیرا معبود ہے پس اس کو سجدہ کرو۔ میں بت کے قریب ہوا اور اس کو کہا:

''میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلا۔''

اس بت نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر میں نے کہا:

''مجھے کپڑے کی ضرورت ہے مجھے کپڑے دے۔''

پھر بھی مجھے اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

میں نے ایک پتھر پکڑا اور کہا:

''میں تجھے اس پتھر سے مارنے لگا ہوں۔''

پھر بھی مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے پتھر اس کے منہ پر دے مارا اور اس کا منہ ٹوٹ گیا۔ میرا باپ دوڑتا ہوا میرے پاس آیا اور مجھے کہا:

''میرے بیٹے یہ کیا ہے؟''

میں نے جواباً کہا:

''جو کچھ آپ نے دیکھا ہے۔''

میرا باپ مجھے میری امی کے پاس لے گیا اور میری امی کو سارا واقعہ سنایا۔ میری والدہ نے واقعہ سن کر کہا:

اس بیٹے کو اس کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ جب یہ پیدا ہوا تھا تو مجھے غیب سے یہ آواز آئی تھی:

''اے اللہ کی بندی تجھے بشارت ہو یہ بچہ عتیق ہے اس کا نام آسمانوں میں صدیق ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحب اور رفیق ہے۔'' (کشف الغمہ، ج2، ص147)

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سنایا تو جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''صدیق نے سچ فرمایا ہے اور تین مرتبہ یہ الفاظ کہے۔

(''عمرۃ التحقیق فی بشائر ال الصدیق'' مطبوعہ سیالکوٹ، صفحہ 43، ارشاد الساری، ج 8، ملفوظات اعلیٰ حضرت)

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

قرآن کی گواہی:

ایک دن حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہودیوں کے ایک مدرسہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں یہودیوں کا ایک فخاص نامی جید عالم موجود تھا۔ تاجدارِ صداقت نے اس کو وعظ فرمانا شروع کر دیا اور فرمایا ''اللہ سے ڈرو اور دین اسلام قبول کر لو۔ اللہ کی قسم حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول مقبول ہیں اور حق لے کر تشریف لائے ہیں۔ تورات اور انجیل میں بھی تم لوگ ان کی تعریف اور صفات پڑھتے ہو۔ لہٰذا تم اسلام قبول کر لو۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرو۔ نمازیں ادا کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو تا کہ اللہ تعالیٰ تم کو جنت عطا فرمائے۔''

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی گفتگو سننے کے بعد یہودی عالم نے کہا:

''اے ابوبکر! کیا تمہارا خدا ہم سے قرض مانگتا ہے؟ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ ہم غنی ہیں اور اللہ تعالیٰ فقیر ہے۔''

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہودی عالم کے اس گستاخانہ استدلال پر بہت غصہ آیا اور غیرت ایمانی سے یہودی عالم کے منہ پر تھپڑ رسید کیا اور ارشاد فرمایا:

''خدا کی قسم! اگر ہمارا اور تمہارا معاہدہ نہ ہوتا تو میں اس وقت تمہارا سر قلم کر دیتا۔''

یہودی عالم کا تھپڑ کھا کر حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سرکار

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شکایت لے کر حاضر ہوا۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اس کی شکایت کے متعلق پوچھا۔ آپ نے عرض کیا کہ

''اس عالم نے بارگاہِ ربوبیت میں گستاخانہ کلمات استعمال کئے تھے کہ ہم غنی ہیں اور خدا فقیر ہے۔ اس پر مجھے غصہ آیا اور میں نے اس کو تھپڑ مارا۔''

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہودی عالم سے پوچھا تو اس نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ

''ہرگز میں نے ایسا نہیں کہا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تائید میں ''قرآن پاک'' کی آیت شریف نازل فرمائی:

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ

(آل عمران، آیت 181)

''بے شک اللہ نے سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی۔''

(کبیر، در منثور، روح البیان، روح المعانی)

اصدق الصادقین سیّد المتقین
چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

صدیق بارگاہِ خداوندی میں:

ایک دفعہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنی انگوٹھی مبارک دی اور فرمایا ''اس پر لا الٰہ الا اللہ لکھوا کر لاؤ۔''

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نقاش کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو فرمایا ''لکھ دے: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔''

نقاش نے لکھ دیا۔ تاجدارِ صحابہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے کریم آقا صلی

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انگوٹھی پیش کی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی کو دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا:

''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر صدیق

آپ نے فرمایا:

''یا ابا بکر ماھذہ الزوائد۔''

''اے ابوبکر یہ زائد تو نے کیا لکھایا ہے۔''

عرض کیا ''یارسول اللہ! میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کا نام اللہ کے نام سے جدا ہو اور باقی یعنی اپنا نام میں نے لکھنے کو نہیں کہا۔''

فوراً جناب جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابوبکر کا نام ہم نے لکھا ہے اس لئے کہ صدیق اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ آپ کا نام میرے نام سے جدا کریں تو اللہ تعالیٰ اس بات پر راضی نہیں کہ صدیق کا نام آپ کے نام سے جدا ہو۔''

(تفسیر کبیر، مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ، لاہور، جلد اول، صفحہ 153)

قارئین باوقار! سیّدنا صدیق اکبر کا عقیدہ اور آپ کا عشق حبیب آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ آج کل کا کوئی خشک ملا پاس ہوتا تو کہتا کہ تو نے نبی کو خدا سے ملا دیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اپنے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار کیا ہے۔

منزل ملی مراد ملی مدعا ملا
مل جائیں گر حضور تو سمجھو خدا ملا

جنت الفردوس کی نہر:

جب حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر غار ثور میں

تشریف لائے تو حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے کندھوں پر اپنے کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا ہوا ہے اور ایڑھیوں کے بل چل رہے ہیں۔ زمین پتھریلی پہاڑ کی اتنی بلندی کہ آج کا رستم بھی بغیر پانی پینے کے وہاں نہیں جا سکتا۔ مگر آپ کو کوئی تھکن نہیں ہے۔ اتنے عظیم بہادر تھے۔ جب آپ نے پہاڑ کی بلندیوں کو طے کر لیا اور غار ثور تک پہنچے۔ حضرت سیّدنا صدیق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر جا کر غار کو صاف کیا۔ جب غار کو صاف کر لیا تو بارگاہِ نبوی میں عرض کیا:

''حضور! اب تشریف لائیں۔''

جب حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تشریف لے گئے تو پھر سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! مجھے سخت پیاس لگی ہوئی ہے۔''

آپ نے ارشاد فرمایا:

''اذهب الى صدر الغار۔''

غار کے درمیان جاؤ اور پانی پی لو۔

تو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں گیا، پانی پیا، جو شہد سے زیادہ میٹھا، دودھ سے زیادہ سفید اور مشک و عنبر سے زیادہ خوشبودار تھا۔''

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں پانی پی کر واپس آیا تو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''شربت ۔''

''تم نے پانی پی لیا ہے۔''

تو میں نے عرض کی:

''نعم یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔''

تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''اے ابوبکر! میں تم کو بشارت نہ سنادوں؟''

تو انہوں نے عرض کیا:

''ضرور سنایئے۔''

تو فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے انہار جنت کے صدر فرشتہ سے فرمایا کہ جنت الفردوس سے ایک نہر غار کے کنارے تک پہنچا دو تاکہ میرے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیاس بجھائیں۔''

اس پر غار غار نے عرض کیا:

''اللہ کے ہاں میرا اتنا مرتبہ ہے۔''

تو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہاں، بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے تیرے ساتھ بغض رکھنے والا جنت میں ہرگز داخل نہ ہوگا، اگرچہ اس کے عمل ستر انبیاء کے برابر ہوں۔''

(درمنثور، روح البیان، زیرآیت ثانی اثنین اذ ھما فی الغار)

سایہ مصطفےٰ مایہ اصطفاء
عز و ناز خلافت پہ لاکھوں سلام

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سارے انسانوں میں مجھ پر بڑا احسان کرنے والے اپنی صحبت اپنی محبت و مال میں ابو بکر ہیں۔

(''بخاری'' کتاب المناقب، ''مشکوٰۃ''، باب مناقب ابی بکر، تکریم المومنین، صفحہ 17)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ راقم ہیں کہ

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے مال، جان، اولاد، وطن سب کچھ حضور پر قربان کر دیا۔ غارِ ثور میں اپنی جان تک حضور پر فدا کی کہ سانپ سے کٹوا لیا۔ اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ جس وقت آپ ایمان لائے تو چالیس ہزار دینار آپ کے پاس تھے۔ جو سب حضور پر خرچ کیے۔ وفات کے وقت کفن کے لئے کپڑا بھی نہ تھا۔ پرانے کپڑوں میں کفن دیا گیا اسی لئے آپ نے متذکرہ جملے ارشاد فرمائے:

اَں امن الناس بر مولا ما

اَں کلیمے اول سیناء ما

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور ساتھی ہیں۔'' (''بخاری'' کتاب المناقب، ''مشکوٰۃ'' باب مناقب ابی بکر)

یعنی وہ دوست جس پر توکل کیا جائے اور ضرورت کے وقت اس سے مشکل کشائی حاجت روائی کرائی جائے۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا کارساز

حاجت روا محبوب سواء خدا کے کوئی نہیں۔ ورنہ اصل محبت حضور کو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بہت ہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''اے اللہ کے بندے جو نماز پڑھے گا اسے باب الصلوٰۃ سے پکارا جائے گا۔ جو مجاہد ہے اسے جہاد والے دروازے سے، جو خیرات کرتا ہے اسے خیرات والے دروازے سے اور جو روزہ رکھے گا اسے باب الصیام اور باب الریان سے بلایا جائے گا۔ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا بھی ہے جو تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟''

فرمایا ہاں، اے ابو بکر! مجھے امید ہے کہ تم ایسے لوگوں میں سے ہو۔

(''بخاری، ترمذی'' کتاب المناقب، رقم الحدیث 3607)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

''تم میرے غار میں ساتھی اور حوض پر میرے ساتھی۔''

(''ترمذی'' کتاب المناقب، ''مشکوٰۃ'' باب فضائل ابی بکر)

یعنی دونوں جہان میں تم میرے خاص ساتھی ہو جس ہمراہی میں کسی کو شرکت نہیں ورنہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے غلام حوض کوثر پر حضور کے ساتھ ہوں گے۔

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''ہم کو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا (غزوۂ تبوک کے موقع پر) اتفاقاً اس وقت میرے پاس بہت مال تھا تو میں نے سوچا کہ اگر میں کسی دن ابوبکر سے بڑھ سکا تو آج بڑھ جاؤں گا۔ فرماتے ہیں کہ میں اپنا آدھا مال لایا تو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے بال بچوں کے لئے کیا چھوڑا؟

میں نے کہا کہ اتنا ہی مال چھوڑ آیا ہوں اور حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سارا مال لے آئے جو ان کے پاس تھا۔

فرمایا: اے ابوبکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟''

عرض کیا:

''میں نے ان کے لئے لھم اللہ و رسولہ اللہ ورسول کو چھوڑا ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا میں کسی چیز میں بھی ان سے آگے نہیں نکل سکتا۔''

(''ترمذی'' کتاب المناقب، رقم الحدیث، 3608، ''ابوداؤد'' کتاب الزکوٰۃ، ''مشکوٰۃ'' باب فضائل ابی بکر)

ایک حدیث پاک میں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا مال خیرات کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن عاشقوں کے احکام ہی اور ہیں۔ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال ہی اللہ کے حبیب پر قربان کر دیا اور جب حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اپنے بال بچوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو تو عرض گزار ہوئے:

پروانے کو چراغ اور بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

اس حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر جان و مال قربان کرنے میں حضرت سیّدنا صدیق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مثال آپ تھے۔ شمع رسالت کے ان عدیم المثال پروانوں میں سے اس میدان کے اندر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے فنافی الرسول کو بھی جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر اپنی شکست کا اعتراف کرنا پڑا تو کسی اور کا کیا ذکر۔

(عظمت صحابہ، بزبانِ اہل بیت، صفحہ 32)

جس طرح حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی گروہ انبیاء علیہم السلام میں نظیر نہیں اسی طرح انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ باقی انسانوں میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کوئی مدمقابل نہیں۔ اس کے ساتھ ہی سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بھی دیکھیے۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"مابقیت لاهلك ۔"

''گھر والوں کے لئے باقی کیا چھوڑ آئے ہو؟''

تو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"ابقیت لهم الله ورسوله ۔"

''میں گھر والوں کے لئے باقی اللہ عزوجل اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔''

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا گھر فاصلہ پر تھا اور گفتگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ ہو رہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے ہیں مگر آپ عرض کر رہے ہیں کہ گھر اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں یعنی آپ کا عقیدہ تھا کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے بھی ہیں اور میرے گھر میں بھی ہیں۔ اسی کو حاضر و ناظر کہتے ہیں۔ آج اہل سنت و جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ معلوم ہوا ما انا علیه واصحابی کا مصداق اہل سنت ہی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے آج کون روزہ دار ہے؟''

حضرت ابوبکر نے کہا ''میں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے آج کس شخص نے مسکین کو کھانا کھلایا؟''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے آج کس شخص نے مریض کی عیادت کی؟''

حضرت ابوبکر نے کہا: ''میں نے۔''

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص میں یہ اوصاف جمع ہوں گے وہ شخص جنتی ہوگا۔''

(مسلم، کتاب فضائل صحابہ)

زبدۂ عاشقاں نائب مصطفےٰ
جس کو ہے لقب صدیق اکبر ملا
جس کے صدق و صفا کا ہے قرآں گواہ
اس کے صدق و صداقت کی کیا بات ہے

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر کے مال نے دیا''۔

(مشکوٰۃ، باب فضائل بی بکر)

چنانچہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے۔ آپ بڑے امیر کبیر تھے۔ اتنی بڑی دولت حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کر دی۔ بہت سے غریب مسلمان جو کفار کے غلام تھے، بڑی مصیبت میں تھے انہیں خرید کر آزاد کیا۔ ان سب میں حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ اور مالک بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بہت مشہور ہیں۔ جب ہجرت میں آپ کے ساتھ گئے تو چند درہم آپ کے پاس تھے۔ وہ بھی حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کرنے کے لئے ساتھ لے لئے تھے۔

سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ابوبکر ہمارے سردار ہیں، ہم سب سے بہتر ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ہیں''۔

(ترمذی، کتاب المناقب)

نائب احمد شرافت کی دلیل
جس کو کہتے ہیں صداقت کا وکیل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک چاندنی رات میں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا کہ میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر بھی ہیں؟''

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہاں! حضرت عمر کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں۔''

میں بولی: ''تو جناب ابوبکر کی نیکیاں کہاں گئیں؟''

فرمایا: ''عمر کی ساری زندگی کی نیکیاں ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کی طرح ہیں۔'' (مشکوٰۃ، کتاب الفضائل)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما کا عقیدہ یہ

تھا کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر آسمان کے ہر گوشہ کی خبر ہے اور زمین کے ہر کونہ اور تا قیامت اپنے ہر امتی کے ہر عمل کی خبر ہے کیونکہ ستارے مختلف آسمانوں پر ہیں اور امت کی عبادتیں زمین کے برابری یا کمی بیشی وہ ہی بتا سکتا ہے جسے دونوں کی خبر ہو۔ یہ ہے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا علم۔ یہ نہ فرمایا کہ جبریل امین کو آنے دو پوچھ کر بتاؤں گا نہ یہ کہ قلم دوات لاؤ ٹوٹل لگا کر بتائیں گے، نہ یہ کہ ذرا مجھے سوچ کر حساب کر لینے دو بلکہ بلا تامل فرمایا کہ میری ساری امت میں حضرت عمر کی نیکیاں آسمانوں کے ستاروں کے برابر ہیں اور ابوبکر کی نیکیاں ان سے کہیں زیادہ۔ اس ایک نیکی سے مراد ہجرت کی رات غارِ ثور میں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مراد ہے۔ اس رات حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تہجد پڑھی تھی؟ اور کوئی عبادت نہیں کی تھی۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال خدمت کی تھی اور آپ کا مبارک سر اپنے زانو پر رکھ کر خوب جی بھر کر اس صورت کے نظارے کیے تھے۔ یہ ایک نیکی دنیا بھر کی نیکیوں سے بھاری ہوئی۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

”اے ابوبکر! تم وہ شخص ہو جو میری امت میں سب سے پہلے جنت میں جاؤ گے۔“

(ابوداؤد، باب فی الخلفاء، مشکوٰۃ، کتاب الفضائل، ریاض النضرہ، ج اول، ص380)

خیال رہے کہ سب سے پہلے جنت میں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جائیں گے پھر سارے نبی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت

دوسرے نبیوں کی امتیں اور اس امت میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنت میں جائیں گے۔

اس سے پتا چلا کہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بعد انبیاء ساری مخلوق سے افضل ہیں بعد انبیا سب سے پہلے جنت میں داخلہ آپ کا ہی ہوگا۔

یادر ہے جنت میں ساری مخلوق سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ جائیں گے وہ اس طرح کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے داخلہ کے وقت آگے بلال ہوں گے۔ جیسے غلام شاہوں کے آگے چلتے ہیں اس خادمانہ شان سے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''شب معراج جبرائیل علیہ السلام نے مجھے عرض کی کہ قیامت کے دن حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا جائے گا اے ابوبکر! جنت میں داخل ہو جاؤ تو حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہیں گے میں داخل نہیں ہوگا جب تک میرے ساتھ دنیا میں محبت کرنے والے داخل نہ ہوں۔'' (ریاض النضرہ، ج اوّل، ص 281)

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ ہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والے ہیں۔

پل صراط کی سند:

ایک دن حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ حضرت مولا علی مشکل کشا (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''اے علی! آپ کو مبارک ہو۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ جب تک علی پل صراط سے گزرنے کی سند نہ دے گا

تب تک وہ پل صراط سے گزر نہ سکے گا۔"

اہل نظر کی آنکھ کا تارا علی علی
ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا علی علی

ناظرین محترم! تو واپس لوٹیے بارگاہ حیدری میں حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ بھی مسکرا اٹھے اور ارشاد فرمایا:

"اے امیر المومنین! آپ کو بھی مبارک ہو جب حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا تھا: اے علی المرتضیٰ! پل صراط کی سند اس شخص کو ہرگز نہ دینا جس کے دل میں حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عداوت ہو بلکہ سند اس کو دینا جو صدیق رضی اللہ عنہ کا محب اور نیاز مند ہو۔" (ریاض النضرہ، جلد اوّل، صفحہ 358، نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 439)

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہو گی
یہ خبر کسی دشمن نے اڑائی ہو گی

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ان کا نام صدیق رکھا۔ وہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ وہ ہمارے دین کے لئے راضی تھے۔ ہم ان سے اپنی دنیا کے لئے راضی تھے۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے منبر پر متعدد بار ارشاد فرمایا کہ اللہ عزّ وجل نے ابو بکر کا نام صدیق رکھا۔ نیز آپ نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر فرمایا: شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام "صدیق" آسمانوں سے اتارا ہے۔

(ریاض النضرہ، جلد اول، صفحہ 141)

شیعوں کی مستند کتاب اصول کافی مطبوعہ ظفر شمیم پبلی کیشنز کراچی جلد سوم صفحہ 66 پر لکھا ہے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ 83 ہجری میں پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ اُمّ فروہ تھیں۔ اُمّ فروہ کی والدہ حضرت اسماء جو کہ بیٹی تھیں عبدالرحمٰن کی اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیٹے تھے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے۔

کشورِ عشق و محبت پہ ہے شاہی تیری
اس لئے خضر بھی کرتا ہے گدائی تیری
تیری تصدیق کے انداز پہ صدقے جاؤں
جابجا دیتا ہے قرآن گواہی تیری

کرامتِ صدیق:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تقریباً پانچ من کھجوریں جو ابھی درختوں پر تھیں، ہبہ کی تھیں۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا بیٹی بے شک میں نے تجھے وہ کھجوریں ہبہ کی تھیں اگر تم ان کو توڑ کر ان پر قبضہ کر لیتیں تو وہ تمہاری ہو جاتیں مگر آج تو ان میں میراث جاری ہوگی اور وارث تمہارے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔ بس آپ کو ان احکام ''قرآن مجید'' کے مطابق تقسیم کر لینا اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ابا جان! میری بہن تو ایک اسماء ہے یہ دوسری کون ہے؟ آپ نے جواب دیا بنت خارجہ (صدیق اکبر کی بیوی) کے پیٹ میں مجھے لڑکی دکھائی دیتی ہے۔

(اشرف علی تھانوی کی کتاب جمال الاولیاء، مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور، صفحہ 44، کرامات صحابہ، مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی، صفحہ 11، جامع کرامات اولیاء، مطبوعہ لاہور، جلد اول، صفحہ 377)

جو ہو پردوں میں پنہاں چشم بینا دیکھ لیتی ہے
زمانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے

وصالِ باکمال:

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی علالت کی ابتداء یوں ہوئی کہ آپ نے 7 جمادی الآخر پیر کے روز غسل فرمایا۔ اس روز سردی بہت زیادہ تھی جو اتر گئی۔ آپ کو بخار ہو گیا اور پندرہ دن تک آپ علیل رہے۔ آخرکار بظاہر اسی بخار کے سبب 63 سال کی عمر میں 2 سال 2 ماہ سے کچھ زائد امورِ خلافت انجام دینے کے بعد 22 جمادی الآخر ہجری 13 کو آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔

مدفن میرا محبوب کے قدموں میں بنادے:

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر، جلد 7، صفحہ 433، امام یوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہ جامع کرامات اولیاء، جلد اول، صفحہ 379، امام الوہابیہ صدیق حسن بھوپالی تکریم المومنین، صفحہ 36 اور مولوی اشرف علی تھانوی جمال الاولیاء صفحہ 45 پر لکھتے ہیں کہ جب حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنازہ مبارک حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ مبارک کے دروازہ پر لایا گیا تو ندا دی گئی:

"السلام علیك یارسول اللہ۔"

یہ ابوبکر دروازہ پر حاضر ہے تو دروازہ خود بخود کھل گیا اور روضۂ انور سے آواز آئی:

"ادخلوا الحبیب الی الحبیب۔"

"ایک دوست کو دوست کے یہاں داخل کردو۔"

معلوم ہوا کہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حبیب ہیں۔

مرادِ رسول ﷺ

''یہ مقالہ اپریل 2001ء ماہنامہ انوارلاثانی میں شائع ہوا
اوراب مزید اضافہ کے ساتھ حاضر خدمت ہے''

سیدالمرسلین، خاتم النبیین علیہ التحیۃ والتسلیم کے بعد تاریخ اسلام میں جس مقدس ہستی کا نام بار بار زبان پر آتا ہے وہ سسر رسول کریم، غیظ المنافقین امام العادلین، امیرالمومنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مقدس، طیب وطاہر ذاتِ گرامی ہے۔

نام ونسب اور ولادت:

آپ کا نام عمر ہے۔ کنیت ابوحفص ہے اور لقب فاروق اعظم ہے۔ والد کا نام خطاب اور ماں کا نام عنتمہ ہے۔ آٹھویں پشت میں آپ کا شجرہ نسب حضور جانِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندانی شجرہ سے ملتا ہے۔ آپ واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔ نبوت کے چھٹے سال 27 برس کی عمر میں اسلام سے مشرف ہوئے۔ آپ اس وقت اسلام لائے جب انتالیس مرد اور تیئس عورتیں اسلام لا چکی تھیں۔

(نزہتہ المجالس، جلد دوم، ص446، تاریخ الخلفاء، مطبوعہ لاہور، صفحہ 265)

فاروق لقب کی وجہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت

کیا کہ آپ کو فاروق کیوں کہا جاتا ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جن دنوں تاجدارِ حرم صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں تشریف فرما تھے، میں وہاں اسلام قبول کرنے کی غرض سے حاضر ہوا اور دروازے پر دستک دی تو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دروازے پر تشریف لائے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کیا تو اس خوشی میں صحابہ کرام علیہم الرضوان جو وہاں موجود تھے، نے اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا جسے پورے شہر نے سنا۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ہم حق پر ہیں۔ میں نے عرض کیا جب ہم حق پر ہیں تو پھر خاموش کیوں ہیں؟

تو اپنے بادۂ خوش رنگ میں زہر بھر لا
یہ روز روز کا مرنا عذاب ہے ساقی

چنانچہ ہم دو صفیں بنا کر کعبہ شریف پہنچے۔ ایک صف حضرت حمزہ کی اور دوسری میری تھی۔ ہمیں دیکھ کر قریش نے غم وغصہ کا اظہار کیا۔ اس دن حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فاروق کا لقب عنایت فرمایا کیونکہ اسلام کا اعلانیہ اظہار اور حق و باطل میں نمایاں فرق اسی دن قائم کیا گیا۔

(دلائل النبوۃ، صفحہ 211، از ابونعیم تاریخ خلفاء، صفحہ 272، الصواعق المحرقہ، ص 327)

ہے قیصر کو کس نے رلایا؟ عمر نے
ہے کسریٰ کو کس نے بھگایا؟ عمر نے
ہے باطل کو کس نے مٹایا؟ عمر نے
ہے اللہ کی تلوار فاروق اعظم

دوسری وجہ اس طرح ہے کہ ایک یہودی اور ایک منافق میں کسی بات پر جھگڑا ہو

گیا۔ یہودی چاہتا تھا کہ جس طرح بھی ہو میں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلوں۔ چنانچہ وہ کوشش کر کے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عدالت میں لے آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعات کو سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔ وہ منافق یہودی سے کہنے لگا میں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلوں گا اور ان کا فیصلہ قبول کروں گا۔ اس نے کہا تو عجیب شخص ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کر دیا ہے تو پھر اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ مگر وہ منافق نہ مانا۔ اس یہودی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا ہمارا فیصلہ کیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہارا فیصلہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا۔ یہودی بولا حضرت! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں فیصلہ دے دیا ہے لیکن یہ منافق ان کے فیصلہ سے مطمئن نہیں ہوا اور اب آپ کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے مجھے لایا ہے کہ میرا فیصلہ وہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا: اے منافق! اب تم مجھ سے فیصلہ کرانے کے لئے آئے ہو؟ عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا ٹھہرو۔ یہ کہہ کر اندر تشریف لے گئے اور تلوار لے کر نکلے اور اس منافق کی گردن یہ کہتے ہوئے ماری کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو نہ مانے عمر کی عدالت میں اس کا یہی فیصلہ ہے۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واقعی عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار کسی مومن پر نہیں چلتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت نمبر 65 نازل فرما کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کی خود تصدیق فرما دی۔

(روح المعانی، جلد 5، صفحہ 82، مرقاۃ، جلد اول، صفحہ 92)

تو نے آ کر حق کو باطل سے نمایاں کر دیا
کفر کی تاریکیوں کو چاک داماں کر دیا

بت ہوئے بے آبرو گونجی صدا توحید کی
تو نے پھر محراب کعبہ کو درخشاں کر دیا

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ حریمِ اسلام میں:۔

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے (616ء بروز بدھ) دعا مانگی: اللھم اعز الاسلام باحب ھذین الرجلین الیك بابی جھل او بعمر ابن الخطاب ۔ یا اللہ ان دو آدمیوں ابوجہل یا عمر بن خطاب میں سے جو تجھے محبوب ہے اُن کے ذریعے اسلام کو عزت و قوت عطا فرما۔ راوی فرماتے ہیں: وکان احبھما الیہ عمر یعنی اللہ تعالیٰ کو حضرت عمر محبوب تھے۔

(جامع ترمذی، رقم الحدیث 1615، ابن ماجہ، جلد اول، مسند احمد، سوم، 303، شمائل بغوی، صفحہ 155)

ناظرین محترم! اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وہ ہستی ہیں جو اپنے رب کو پسند ہیں تو جو بد بخت اپنے رب کی پسند پر انگلی اٹھائے وہ خود فیصلہ کرے کہ میں اپنے سینے میں ایمان رکھتا ہوں یا نہیں۔ بہر حال بدھ کے دن حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کے لئے دعا فرمائی اور حدیث پاک کے الفاظ ہیں فاصبح عمر ۔ دوسرے دن ہی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔

گر کے قدموں پر وہ قرباں ہو گئے
پڑھ لیا کلمہ اور مسلماں ہو گئے

آپ کے اسلام لانے کا واقعہ طویل ہونے کے ساتھ ساتھ خاصہ مشہور بھی ہے جو عام کتب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ہم اس سے صرف نظر کرتے ہوئے ذرا آگے چلتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب امام العادلین حضرت عمر

رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو سیّد الملائکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! حضرت عمر کے اسلام لانے پر لقد استبشر اھل السماء آسمان والے بھی خوشیاں منارہے ہیں۔

(ابن ماجہ، رقم الحدیث 1083، نزہۃ المجالس، جلد دوم، 447)

حضرات ذی وقار! جس کے کلمہ پڑھنے پر آسمانوں پر فرشتے خوشیاں منائیں اس ہستی کے بارے میں اگر کوئی سیاہ دل ہلکے الفاظ استعمال کرتا ہے تو ہمارے خیال میں سوا نامہ اعمال سیاہ کرنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ شان الہند امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

فاروقِ حق و باطل امام الہدیٰ
تیغ مسلول شدت پہ لاکھوں سلام

فضائل عمر:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کچھ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا گیا جنہوں نے (مختلف سائز کی) قمیصیں پہن رکھی تھیں۔ کچھ لوگوں کی قمیص سینے تک تھی اور کچھ لوگوں کی اس سے نیچی تھی۔ پھر میرے سامنے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پیش کیا گیا۔ ان کی قمیص اتنی لمبی تھی کہ زمین پر گھسٹ رہی تھی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی تعبیر کیا ہو گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دین۔

(بخاری، کتاب الایمان، مشکوٰۃ، کتاب الفضائل)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن میں نے خواب دیکھا کہ میرے سامنے دودھ کا پیالہ

پیش کیا گیا۔ میں نے اس سے پیا پھر میں نے بچا ہوا دودھ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دریافت کیا: یارسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: علم۔

(بخاری، کتاب العلم، مسند احمد، سوم 267، مشکوٰۃ، کتاب الفضائل)

حضرت سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے عمر کی شان کے متعلق بتائیے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمار! تو نے مجھ سے وہ بات دریافت کی ہے جو میں نے جبریل سے پوچھی تھی۔ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے کہا تھا یارسول اللہ! اگر میں آپ کی خدمت میں اتنا عرصہ ٹھہروں جتنی نوح علیہ السلام کی عمر تھی اور آپ کے عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتا رہوں۔ وہ عرصہ تو ختم ہو جائے گا لیکن عمر رضی اللہ عنہ کی شان ختم نہیں ہو سکتی۔

(ریاض النضرہ، جلد دوم، صفحہ 130، الصواعق المحرقہ، صفحہ 286، ازالۃ الخفا، جلد اول، صفحہ 331)

غیرتِ فاروقی:

حضرت سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے ایک سونے کا محل دیکھا جس میں ایک عورت موجود تھی۔ میں نے دریافت کیا یہ کس کا محل ہے؟ فرشتے نے جواب دیا یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا محل ہے۔ میں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ پھر جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو مجھے تمہارا (غیرت مند ہونا) غصہ یاد آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یارسول اللہ! کیا میں آپ کے لئے غصہ کروں گا۔

(بخاری، الزہد، 144، فضائل صحابہ، الصواعق المحرقہ، 332، نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 446)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب ۔

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔

(ترمذی، کتاب المناقب، مسند احمد 7، مشکوۃ، کتاب الفضائل، الصواعق المحرقۃ، صفحہ 337)

متذکرہ حدیث پاک کی شرح میں حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کیونکہ ان کے دل میں رب کی طرف سے الہام اور القا بہت ہوتا ہے اور انہیں وحی سے بہت مناسبت ہے۔ جیسا کہ آئندہ حدیث سے ثابت ہے۔ اسی لئے قرآن مجید کی بہت سی آیات آپ کی رائے کے مطابق ہیں۔ جیسے پردہ، شراب کی حرمت، بدر کے قیدیوں کے بارے میں آیات۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق جاری فرما دیا ہے۔

(ترمذی، کتاب المناقب، مسند احمد، سوم، 172، اخبار الاخیار، ابن ماجہ، کتاب الفضائل، الصواعق المحرقۃ، صفحہ 338، الملفوظ، 168)

حسان الہند امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ترجمانِ نبی ہمزبان نبی

جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

کل بھی تھا اور آج بھی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان کے تمام فرشتے عمر کی عزت کرتے ہیں اور زمین کے تمام شیطان عمر سے ڈرتے ہیں۔ (الصواعق المحرقۃ، صفحہ 340)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان، عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتا ہے (ایضاً) مسند احمد، جلد اول، 633، ترمذی، شریف کتاب المناقب میں ہے کہ ان الشیطن لیخاف منك یاعمر ۔ اے عمر! بے شک تم سے شیطان بھی ڈرتا ہے۔

طبرانی نے حضرت سدیسہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد شیطان انہیں جہاں بھی ملا ہے منہ کے بل گرا ہے۔ (ایضاً)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: والذی نفسی بیدہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ شیطان اس راستے پر کبھی نہیں چلے گا جس پر تو (عمر) چل رہا ہے بلکہ دوسرا راستہ اختیار کرے گا۔ (مسلم، کتاب الفضائل)

دوزخ کی آگ ڈرتی ہے مومن کے نور سے
شیطان جس سے ڈرتا ہے ایسا شرر ہوں میں

نہ صرف ظاہری حیات پاک میں بلکہ آج بھی سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نام سنتے ہی شیطان بھاگ جاتا ہے اور اس پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔

سراجِ اہل جنت:

حضرت مولیٰ مشکل کشا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جنتیوں کے چراغ ہیں۔ جب یہ خبر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا مجھے اپنے ہاتھ سے لکھ دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

بسم اللہ کے بعد تحریر فرمایا: یہ علی بن ابی طالب کا حضرت عمر بن خطاب کے لئے ضمانت نامہ ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ چراغ اہل جنت ہیں۔ اس کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس تحریر کو لے لیا اور فرمایا اس کو میرے کفن میں رکھ دینا تا کہ اس کو لے کر اپنے پروردگار سے ملوں۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

(نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 445)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عمر دنیا میں اسلام کا نور ہے اور آخرت میں اہل جنت کے چراغ ہیں۔

(الموضوعات کبیر، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، 39)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عمر سراج اهل الجنة ۔ عمر اہل جنت کے چراغ ہیں۔

(الصواعق المحرقہ، صفحہ 339)

میدانِ قیامت میں عزتِ فاروق:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بروز قیامت مناد (اعلان کرنے والا) منادی کرے گا کہ فاروق کہاں ہیں؟ پس اسے لایا جائے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہوگا:

مرحبا اے ابا حفص! یہ تیرا اعمال نامہ ہے اگر چاہے تو پڑھ لے نہ چاہے تو نہ پڑھ تجھے بخش دیا گیا ہے اور اسلام کہے گا، اے رب! یہ عمر ہے اس نے مجھے دنیا میں عزت دی۔ میں اسے عرصہ محشر میں معزز کروں گا۔ پس اس وقت آپ کو نور کی ناقہ پر سوار کرایا جائے گا۔ پھر آپ کو دو حلے پہنائے جائیں گے۔ اگر ان میں سے ایک کو کھول دیا جائے تو ساری مخلوق کو ڈھانپ لے۔ پھر آپ کے ہاتھ میں ستر ہزار

جھنڈے دیئے جائیں گے اور ندا کرنے والا ندا کرے گا اے اہل محشر یہ عمر ہے تو وہ پہچان لیں گے۔ (ریاض النضرہ، جلد دوم، صفحہ 131)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ آپ کے انوار کی شعاعیں مثل آفتاب کی شعاعوں کے ہوں گی۔

(تذکرۃ الواعظین، صفحہ 461)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جلال:

عزیزانِ قدر! جلالِ فاروقی کے کیا کہئے۔ اگر کسی کے ایسے جامع جلال کا ذکر ہو جو فقر و درویشی کی قبا اور اخلاق و شرافت کی چادر سے نمایاں ہوتا ہو تو انہیں کے جاہ و جلال کی حسین تصویر سامنے آتی ہے۔ رعب و دبدبہ کا یہ عالم کہ کبھی نگاہِ غضب سے کسی کی طرف دیکھتے تو اس کا پتا پانی ہو جاتا۔ چنانچہ سیّد محمد بن مبارک کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک بار جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مدینہ شریف کی اطراف و جوانب میں اینٹیں پکا رہے تھے کہ آفتاب آپ کی پشت مبارک پر بڑی تیزی سے چمکا اور اس کی گرمی و حدت نے آپ پر معمول سے زیادہ اثر ڈالا۔ آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر آفتاب کو غضب آلود نظروں سے دیکھا۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے فوراً آفتاب کا نور زائل ہو گیا۔ ہر طرف تاریکی کی حکومت پھیل گئی اور دنیا پر ایک اندھیری چادر اس کونے سے لے کر اس کونے تک پھیل گئی۔ مدینہ پاک میں قیامت کا شور و غل پیدا ہوا اور ہر طرف سے یہ صدا بلند ہوئی کہ قیامت برپا ہو گئی۔ جناب امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی یہ حیرت و پریشانی ملاحظہ فرما کر دوبارہ آفتاب کو نظرِ رضا سے دیکھا تو خدا تعالیٰ نے دوبارہ اس کی روشنی اسے عطا فرمائی۔

(سیر الاولیاء، صفحہ 42)

مولانا مکرم عباس چڑیا کوٹی جلالِ فاروقی کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک روز حیدر کرار علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کسی کام جارہے تھے۔ راستہ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک بکری کسی کے کھیت کے اردگرد چر رہی ہے لیکن کھیت کے اندر قدم نہیں رکھتی مگر جب شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم ادھر سے واپس ہوئے تو اس بکری کو کھیت کے اندر چرتے پایا۔ یہ تماشا دیکھ کر آپ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ رونے لگے۔ ایک یہودی سامنے سے آرہا تھا اس نے پوچھا کہ یکایک کس چیز نے آپ کو رونے پر مجبور کردیا؟ آپ نے فرمایا آج اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے ہیں۔ یہودی نے اور زیادہ متحیر ہوکر پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس طرف جاتے وقت میں نے دیکھا کہ یہ بکری کھیت کے آس پاس چرتی تھی اور کھیت میں جانے کی جرأت نہ کرتی تھی۔ اب واپسی پر دیکھتا ہوں کہ وہ نہایت بے باکانہ کھیت کے اندر چر رہی ہے۔ اس سے میں نے سمجھ لیا کہ آج دبدبہ فاروقی اس دنیا سے رخصت ہوگیا ہے ورنہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں بکریوں کی یہ مجال نہ تھی جو غیروں کے کھیت میں جا پڑتیں۔ جب مولائے کائنات مکان پر پہنچے تو واقعی خلیفہ ثانی جامِ شہادت نوش فرما چکے تھے۔ (الاخلاق، صفحہ 113)

اللہ دیکھ رہا ہے:

حضرت سیدنا اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اکثر رات کو مدینہ منورہ کا دورہ فرماتے تا کہ اگر کسی کو کوئی حاجت ہو تو اسے پورا کریں۔ ایک رات میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ چلتے چلتے اچانک ایک گھر کے پاس رک گئے۔ اندر سے ایک عورت کی آواز آرہی تھی۔ بیٹی دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا دو۔ لڑکی یہ سن کر بولی امی جان! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امیر المومنین سیّدنا

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا حکم جاری فرمایا ہے؟ اس کی ماں بولی بیٹی ہمارے خلیفہ نے کیا حکم جاری فرمایا ہے؟ لڑکی نے کہا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کروایا ہے کہ کوئی بھی دودھ میں پانی نہ ملائے۔

ماں نے کہا بیٹی اب تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہیں دیکھ رہے۔ انہیں کیا معلوم کہ تم نے دودھ میں پانی ملایا ہے۔ جاؤ اور دودھ میں پانی ملا دو۔ لڑکی نے یہ سن کر کہا خدا کی قسم! میں ہرگز ایسا نہیں کرسکتی کہ ان کے سامنے تو ان کی فرمانبرداری کروں اور ان کی غیر موجودگی میں ان کی نافرمانی کروں۔ اس وقت اگرچہ مجھے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہیں دیکھ رہے لیکن میرا رب تو مجھے دیکھ رہا ہے۔ میں ہرگز دودھ میں پانی نہیں ملاؤں گی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ماں بیٹی کے درمیان ہونے والی گفتگو سن لی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: اے اسلم رضی اللہ عنہ اس گھر کو اچھی طرح پہچان لو۔ جب صبح ہوئی تو مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا: اے اسلم رضی اللہ عنہ اس گھر کی طرف جاؤ اور معلوم کرو کہ یہاں کون کون رہتا ہے؟ اور یہ بھی معلوم کرو کہ وہ لڑکی شادی شدہ ہے یا کنواری؟

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اس گھر کی طرف گیا اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ اس گھر میں ایک بیوہ عورت اور اس کی بیٹی رہتی ہے اور اس کی بیٹی کی ابھی شادی نہیں ہوئی۔ معلومات حاصل کرنے کے بعد میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں ساری تفصیل بتائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے تمام صاحبزادوں کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ جب سب آپ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے ان سے فرمایا کیا تم میں سے کوئی شادی کرنا چاہتا ہے؟ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عبدالرحمٰن

رضی اللہ عنہ نے عرض کی ہم تو شادی شدہ ہیں۔

پھر سیّدنا عاصم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی ابا جان! میں غیر شادی شدہ ہوں۔ چنانچہ آپ نے اس لڑکی کو اپنے بیٹے عاصم سے شادی کے لئے پیغام بھیجا جو اس نے بخوشی قبول کر لیا۔ اس طرح حضرت عاصم کی شادی اس لڑکی سے ہو گئی اور پھر ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ (عیون الحکایات، جلد اول، صفحہ 46)

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کے دورِ حکومت میں ایک عورت کا تیل والا برتن زمین پر گر گیا۔ زمین تیل چوس گئی۔ وہ عورت وہاں کھڑی رو رہی تھی کہ وہاں سے امام العادلین سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ گزرے۔ رونے کا سبب پوچھا اور کوڑا لے کر زمین کو مارنے لگے کہ اے زمین! کیا میرے دورِ خلافت میں تو نے اس کا تیل غصب کیا۔ جلدی کر تیل واپس اگل۔ زمین نے تیل واپس اگل دیا۔ عورت نے برتن میں ڈالا اور چلتی بنی۔ (مرآت، جلد 8، صفحہ 381)

ہر بت تھرتھرا کر گر گیا:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حریم اسلام میں داخل ہوئے تو ان کے سات مشرک دوست تھے، وہ ان کے پاس آئے اور کہا: اے عمر! تم نے کیا کیا؟ اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر بت پرستی ترک کر دی۔ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا چلو بت خانے کی سیر کریں۔ پھر بت خانہ میں پہنچ کر اپنے ہاتھوں سے بتوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اے بتو! اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں اور دین اسلام حق اور کفر باطل ہے تو تم سب سجدہ کرو تا کہ یہ لوگ دیکھ لیں۔ بت خانہ میں تین سو بت تھے۔ سب سجدہ میں گر پڑے اور باآواز بلند کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین حق ہے اور وہ سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں اور کفار کا دین باطل ہے۔ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے جب یہ معاملہ دیکھا تو سب نے کہا: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ ۔ (انیس الجلیس، صفحہ 329)

پیر فاروق اعظم حبیب نبی
جس کا تھراتے ہیں نام سن کے شقی
جس کے انصاف کی دھوم جگ میں مچی
اس کی شانِ عدالت کی کیا بات ہے

زمین ٹھہر گئی:

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مدینہ منورہ میں زلزلہ آ گیا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جلال میں آ کر فرمایا اسکنی باذن اللہ ۔ اے زمین! اللہ کے حکم سے ٹھہر جا۔ تو زمین ٹھہر گئی اور پھر مدینہ منورہ میں اس کے بعد زلزلہ نہیں آیا۔

(تفسیر کبیر، جلد 7، صفحہ 433، جامع کراماتِ اولیاء، جلد اول، صفحہ 451، حلیۃ الاولیاء، دوم، صفحہ 35)

اس واقعہ کی تائید قرآن حکیم کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ (الانبیاء، 105)

”بے شک نصیحت کرنے کے بعد ہم نے زبور میں لکھ دیا ہے کہ یقیناً زمین کے وارث میرے نیک بندے ہیں۔“ (البیان)

دریائے نیل:

منقول ہے کہ فرعون کا طریقہ یہ تھا کہ جب دریائے نیل کا پانی کم ہو جاتا تو وہ اہلِ مصر کو حکم دیتا کہ وہ اپنی ایک نوجوان لڑکی کو طرح طرح کے زیورات سے آراستہ

کریں، رنگ برنگے فخریہ لباس پہنائیں اور ہر طرح کی زیب و زینت سے اسے دلہن کی طرح سجائیں۔ پھر اس کو دریائے نیل میں ڈال دیں۔ چنانچہ لوگ ہر سال ایسا ہی کرتے۔ یہی طریقہ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک رائج رہا۔ مصر میں آپ کے گورنر حضرت سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔ جب ان کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اہل مصر کی اس بری عادت کو انتہائی ناپسند کیا اور سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو عریضہ لکھا جس میں ساری صورت حال بیان کی۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً خط کا جواب لکھا اور ایک رقعہ بھی لکھا جس میں لکھا تھا اللہ تعالیٰ کے بندے عمر بن خطاب کی جانب سے مصر کے دریا، نیل، کی طرف:

اما بعد! اے نیل! اگر تو اپنی مرضی سے جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو اور اگر خدائے واحد وقہار عزوجل کے حکم سے جاری ہوتا ہے تو ہم اس کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ وہ تجھے جاری فرمادے۔

حضرت سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وہ رقعہ دریائے نیل میں ڈال دیا اور اہل مصر نے یقین کرلیا کہ اب دریا ٹھاٹھیں مارنے لگ جائے گا۔ چنانچہ لوگوں نے صبح دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل کو جاری ہونے کا حکم فرمادیا ہے اور وہ ایک ہی رات میں سولہ گز بلند ہوگیا۔ (الروض الفائق، صفحہ 375، نور الابصار، جلد اول، صفحہ 196، تفسیر کبیر، جلد 7، صفحہ 433، تاریخ الخلفاء، صفحہ 294، نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 451، ریاض النضرہ، جلد دوم، صفحہ 147، ترجمان السنۃ، جلد 4، صفحہ 340، تکریم المومنین، مطبوعہ آگرہ، صفحہ 58، کرامات صحابہ 78)

طوفاں کے سر خم ترے احکام کے آگے
ہے یاد زمانے کو ابھی نیل کا قصہ

اے عزیز! جب ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے زمین کے وارث ہیں اور وارث جو چاہے کرے گویا کہ مذکورہ واقعہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

نے قرآن حکیم کی عملی تفسیر کر دی ہے۔ حسان الہند اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

احترام نبوت:

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے مکان کا پرنالہ گلی میں اترتا تھا۔ جب بارش وغیرہ ہوتی تو نمازیوں کے کپڑے خراب ہو جاتے۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعۃ المبارک کے دن اسی گلی میں آئے تو پرنالے کے چھینٹوں سے آپ کے کپڑے متاثر ہوئے۔ آپ نے حکم دیا کہ پرنالہ اکھاڑ کر دوسری جگہ یعنی اندر کی طرف لگایا جائے۔ پھر آپ نے کپڑے بدل کر لوگوں کو نمازِ جمعہ پڑھائی۔

بعدازاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا بھائی عمر! یہ پرنالہ اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لگایا تھا جہاں سے آپ نے اکھاڑا ہے۔ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ میری پشت پر سوار ہو کر پرنالے کو وہیں لگائیں جہاں رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تو آپ کو تسکین ہوئی۔ (ریاض النضرہ، جلد دوم، صفحہ 172)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی قسم بخدا! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہرگز اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے جان اور گھر والوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض

کی قسم بخدا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میری جان اور گھر والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔(کنز العمال، کتاب الایمان)

عام عشق رسول کرنا ہے
اس دھن میں سخن طراز رہوں
ربّ صوت و صدا! میں دنیا میں
داد و تحسیں سے بے نیاز رہوں

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنابِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو افضیلت دیتے۔لوگوں نے یہ بات حضرت عبداللہ کو سمجھائی تو انہوں نے اس بارے میں اپنے والد گرامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ اسامہ کو مجھ پر فضیلت دیتے ہیں۔آپ نے اس کا وظیفہ دو ہزار اور میرا پندرہ سو مقرر کیا ہے اور مجھے کسی چیز میں سبقت نہیں دیتے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے یہ اس لئے کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زید کو عمر سے زیادہ محبوب رکھتے تھے لہٰذا میں زید کے بیٹے کو اپنے بیٹے پر مقدم رکھتا ہوں۔

(ترمذی، ابواب المناقب، مشکوٰۃ، کتاب المناقب، اور شیعوں کی کتاب مجالس المومنین، صفحہ 264، ابن حبان، جلد 7، صفحہ 637، ریاض النضرہ، جلد دوم، صفحہ 176)

جناب حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

باریابی کا مصطفےٰ کے حضور
کچھ ذریعہ نہیں ادب کے سوا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دورِ حکومت میں رات کو گشت کے لئے نکلے تو ایک عورت روئی دھن رہی تھی اور خمسہ کا یہ بند پڑھ رہی تھی:

علی محمد صلوٰۃ الابرار
صلی علیہ الطیبون الاخیار
قد کان قوا ما بکی باالاسحار
یا لیت شعری والمنایا اطوار
ھل تجمعنی وحبیبی الدار

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ابرار کے درود، طیبین اور اخیار کے درود، وہ راتوں کو جاگنے والے اور صبح کو گریہ فرمانے والے تھے۔ موت تو بہت طرح آتی ہے مگر کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی۔

یہ اشعار سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایسے بے قابو اور بیتاب ہوئے کہ وہیں زمین پر بیٹھ گئے اور کافی دیر تک سنتے اور روتے رہے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کئی دن تک صاحب فراش رکھا۔

(اقبال اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صفحہ 212)

پیش نبی ہیں پاسِ ادب سے اصحاب خاموش
ہے دولت دید ہر شے سے بڑھ کر اللہ اکبر

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور اہل بیت:

سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایثار و قربانی کی وہ مثالیں قائم کیں کہ رہتی دنیا تک انہیں یاد رکھا جائے گا۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نو پلیٹیں رکھی ہوئی تھیں، جب بھی کوئی پھل یا کوئی اور تحفہ آتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی طرف ان پلیٹوں میں ڈال کر بھیجتے تھے اور اپنی

بیٹی اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو آخر میں بھیجتے تا کہ آخر میں کم رہ جائے تو نقصان اپنی بیٹی کا ہی ہو۔ (موطا امام محمد، کتاب الملقط، باب کسب الحجام، تزویج ام کلثوم، تاریخ یعقوبی)

اہل اسلام کی مادرانِ شفیق
بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب شہر مدائن فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں مال غنیمت جمع کیا، سب سے پہلے سبط رسول حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: اے امیر المومنین! ہمارا حق جو اللہ نے مقرر کیا ہے عطا کرو۔

آپ نے ایک ہزار درہم نذر کیے۔ ان کے جانے کے فوراً بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آ گئے، ان کی خدمت میں بھی ہزار درہم پیش کیے گئے، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے ان کو پانچ سو درہم دیئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا امیر المومنین! میں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جوان تھا اور آپ کے حضور جہاد کرتا تھا اور حسنین کریمین اس وقت بچے تھے اور مدینہ شریف کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو ہزار ہزار اور مجھے پانچ سو درہم دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بیٹا! پہلے وہ مقام اور فضیلت تو حاصل کرو جو حسنین کریمین کا ہے۔ پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا۔ ان کے باپ علی المرتضیٰ ہیں۔ ماں فاطمۃ الزہرہ ہیں، نانا حبیب خدا ہیں، نانی خدیجۃ الکبریٰ ہیں، چچا جعفر طیار، پھوپھی اُمّ ہانی، ماموں ابراہیم بن رسول اللہ، خالہ زینب، رقیہ اور حضرت اُمّ کلثوم دختران پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم، رضی اللہ عنہ) یہ سن کر حضرت عبداللہ خاموش ہو گئے۔ (ریاض النضرہ، جلد دوم، صفحہ 178)

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یمن کے حلے (بہترین لباس) آئے تو انہوں نے وہ مہاجرین وانصار کے درمیان تقسیم کر دیئے اور ان میں سے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لئے کوئی چیز نہ بچی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یمن کے گورنر کو خط لکھا کہ ان دونوں شہزادگان کی شان کے لائق حلے بھیجے۔ گورنر نے تعمیل کرتے ہوئے حلے بھیج دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں حضرات کو پہنا کر فرمایا مجھے لوگوں کو حلے پہنے دیکھ کر اس وقت تک خوشی نہیں ہوئی جب تک آپ دونوں نے نہیں پہن لئے۔

(ریاض النضرہ، جلد دوم، صفحہ 179)

ان دونوں واقعات سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اہل بیت سے حد درجہ کی محبت کرتے تھے۔ بقول شاعر:

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہو گی
یہ خبر کسی دشمن نے اڑائی ہو گی

حضرات ذی وقار! اگر کسی ایسے زہد وتقویٰ کا بیان ہو کہ جو دنیا کی تمام نعمتیں میسر ہونے کے باوجود کسی انسان میں پوری طرح قائم رہے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام لیا جاتا ہے۔ اگر کسی ایسے عدل وانصاف کا تذکرہ ہو جس میں امیر وفقیر، قرب وبعید، شاہ وگدا، عربی وعجمی، چھوٹے وبڑے اور اپنے بیگانے کے ساتھ یکساں طور پر کیا گیا اور جس میں طمع ولالچ، حرص وہوس اور اور غرض ونفس پرستی کا شائبہ تک نہ ہو تو ان کا عدل وانصاف یاد آتا ہے حتیٰ کہ نبیذ پینے کے جرم میں اپنے بیٹے کو بھی معاف نہیں کرتے۔

اگر کسی ایسے سیاست دان کو یاد کیا جائے جس نے مختلف الحال انسانوں کو اپنی سیاسی بصیرت سے اکٹھا کر کے ایک جھنڈے کے نیچے جمع کر لیا ہو تو بھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خوبصورت نقشہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ اگر کسی ایسے بہادر جرنیل کے مجاہدانہ کارنامے اور اس کی فتوحات کا تذکرہ ہو کہ جس نے دس برس کی قلیل مدت میں ہزاروں قلعے فتح کیے ہوں تو بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات کی سچی ورنگین داستانیں یاد آتی ہیں اور مساواتِ اسلامیہ اور عجز وسادگی کا یہ حال کہ ایک فاتح کی حیثیت سے جب بیت المقدس میں داخل ہوتے ہیں تو غلام گھوڑے پر سوار ہے اور آپ پیدل ہیں۔ فقر و درویشی کی یہ حالت ہے کہ قادسیہ کی فتح کی خوشخبری لانے والا سعد ین عمیلہ فزاری رضی اللہ عنہ جب مدینہ پاک سے باہر دو میل کے فاصلے پر ملتا ہے تو جنگ قادسیہ اور اس کی فتح کی تفصیلات سنتے سنتے سعد کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ دوڑتے جاتے ہیں اور سعد یہ نہیں جانتے تھے کہ میرے گھوڑے کے ساتھ ساتھ دوڑنے والا کون ہے۔ جب دونوں مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یا امیر المومنین کہہ کر سلام کرنا شروع کیا تو قاصد نے عرض کی آقا مجھے کیوں نہ بتایا کہ میں امیر المومنین، حق و باطل میں فرق کرنے والا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہوں۔ فرمایا میرے بھائی! کوئی بات نہیں میں فتح اسلام کی خوشخبری سن کر اتنا محو مسرت ہو گیا تھا کہ تمہیں بتانے کی ہوش نہ رہی کہ میں کون ہوں:

وہ عمر جس کے اعداء پہ شیدا سقر
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

اور عفو وکرم کا یہ حال کہ منبر پر ٹوکنے والے ایک بدوی سے اس کی حق گوئی کی بناء پر درگزر کرتے ہیں جیسا کہ علامہ محب طبری رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ ایک دن امام العادلین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منبر پر سر کو جھکاتے ہوئے فرمایا: اے

معاشرالمسلمین! اگر میرا سر دنیا کی طرف جھک جائے تو تم کیا کرو گے۔ رعایا میں سے ایک شخص ننگی تلوار لے کر اٹھا اور کہنے لگا کہ ہم آپ کے سر کو کاٹ دیں گے۔ آپ نے فرمایا: الحمدللہ! شکر ہے مولا پاک کا جس نے میری رعیت میں ایسے لوگ پیدا کیے کہ اگر میں (خدانخواستہ) ٹیڑھا ہو جاؤں تو وہ مجھے سیدھا کر دیں۔

(ریاض النضرہ، جلد دوم، صفحہ 259)

غریب پروری، بندہ نوازی، رحم و شفقت اور رعیت کی خبر گیری کا یہ جذبہ کہ ساری ساری رات مدینہ پاک کی مبارک گلیوں میں چکر لگا کر دیکھتے کہ کوئی بھوکا تو نہیں، کوئی مصیبت میں مبتلا تو نہیں، کوئی یتیم بچہ اور کوئی بیوہ عورت غربت وافلاس کے دکھ میں روتے تو نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر دریائے فرات کے کنارے ایک بکری کا بچہ بھی بھوک پیاس کی وجہ سے مر جائے تو مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں مجھ سے اس کے بارے میں بروزِ قیامت سوال نہ کر لیا جائے۔ (سیف اللہ خالد، 238)

یہ بوجھ میں اٹھاؤں گا:

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہما اپنے والد حضرت اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آدھی رات کا وقت ہے، رعایا سوئی ہوئی ہے، امیر المومنین بھیس بدل کر گشت کر رہے ہیں۔ ایک گھر میں ایک خاتون کو دیکھا جس کے گرد بیٹھے ہوئے بچے رو رہے ہیں اور اس نے چولہے پر کوئی چیز چڑھا رکھی ہے۔ خلیفہ المسلمین رضی اللہ عنہ نے اس کے قریب جا کر پوچھا: اے اللہ کی بندی! بچے کیوں رو رہے ہیں؟ اس نے کہا بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا تو نے چولہے پر کیا چڑھا رکھا ہے؟ اس نے کہا برتن میں پانی ڈال کر رکھا ہوا ہے تا کہ یہ اس خیال سے سو جائیں کہ کھانے کے لئے کوئی چیز پک رہی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو بیٹھ کر رونے لگے۔ پھر بیت المال آئے اور

بوری میں آٹا، گھی، چربی، کھجوریں، کپڑے اور رقم بھر کر اپنے غلام اسلم سے فرمایا مجھے اٹھوا دو۔ اسلم کہتا ہے کہ میں نے عرض کی یا امیر المومنین! میں بوجھ اٹھانے کے لئے حاضر ہوں۔ فرمایا کہ کل قیامت کو بھی میرا بوجھ اٹھاؤ گے؟ غلام خاموش ہو گیا۔ آپ نے وہ بوری اپنے کندھے پر اٹھائی اور اس خاتون کے گھر لے آئے اور کھانا پکانے لگے، آگ جلانے کے لئے پھونکیں مارنے لگے۔ اسلم فرماتے ہیں کہ آپ کی داڑھی مبارک بھاری تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی داڑھی مبارک سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے ان کے لئے کھانا تیار کیا پھر اپنے ہاتھوں سے ان بچوں کو کھانا کھلایا۔ یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے۔ تو آپ واپس تشریف لائے۔ (ریاض النضرہ، عیون الحکایات، فضائلِ صحابہ اوّل، ازالۃ الخفاء، صفحہ 43، البدایہ، جلد 4)

طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ میں بھی تھا اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ چلتے چلتے ایک جھیل پر پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ آپ اس سے نیچے اترے۔ اپنے جوتے اتار کر کندھوں پر رکھ لئے اور اونٹنی کی لگام پکڑ کر پیدل چلتے ہوئے جھیل میں داخل ہو گئے۔ اس پر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! آپ نے یہ کیا کیا؟ جوتے اتار کر کندھوں پر رکھ لئے ہیں اور اونٹنی کی لگام پکڑ کر پیدل چل رہے ہیں؟ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ شہر کے لوگ آپ کی حسب مرتبہ عزت کریں۔ آپ نے فرمایا: اے ابو عبیدہ! یہ بات تیرے سوا کسی نے نہیں کہی۔ میں امت محمدیہ کے لئے اس کو ایک مثال بنانا چاہتا ہوں۔ ہم ذلیل و رسوا لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بدولت ہمیں عزت بخشی۔ اب اگر ہم اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مقامِ عزت کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ عزت ڈھونڈیں گے تو اللہ ہمیں ذلیل کرے گا۔ (مستدرک للحاکم، کتاب الایمان)

اس روایت سے پاکستانی حکمران طبقہ سبق حاصل کرے جنہوں نے ہمیشہ امریکہ اور برطانیہ و جاپان جیسے ملکوں کے آگے کاسہ گدائی پھیلایا اور قرآن کے اس سبق کو بھول گئے۔ مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔ (آل عمران، 28)

ایک تھا بوڑھا:

ایک تھا سارنگی نواز بوڑھا، کبھی وہ اپنی مدھ بھری آواز سے جادو جگایا کرتا تھا، دل چھین لیا کرتا تھا، سارنگی بجانے کا فن اور اس کی پرسوز آواز سے حسن پرستوں کو لوٹ پوٹ کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کمال تھا۔ سورج کو آخر ڈوبنا ہوتا ہے۔ جوانی کا سورج، بڑھاپے کی شفق میں اترنے لگا۔ سارنگی بجانے کا فن بھی دم توڑنے لگا۔ پرسوز آواز مدھم پڑ گئی اور اس کی ایک ایک لے پر لاکھوں روپے وارنے والے دور ہونے لگے۔ غربت وافلاس اور بھوک ننگ نے اس کے گھر کی گلی کا راستہ دیکھ لیا حتیٰ کہ اپنے جیون سے بھی تنگ آ گیا۔ شاہوں کے دروازے بند ہوئے۔ زوال پذیر آواز پر مرمٹنے والے منہ موڑ گئے تو اس نے سوچا آج اس کے دروازے پر چلتے ہیں جس کے دروازے پر پوری زندگی میں ایک بار بھی نہیں گیا۔

غافل کی آنکھ اس وقت کھلتی ہے جب بند ہونے کا وقت آ جاتا ہے لیکن نہ جانے اس غافل سے کیا نیکی ہوگئی تھی کہ اس کی آنکھ قبل از وقت کھل گئی۔ سارنگی نواز بوڑھا زندہ ہی ایک قبر میں اتر گیا تا کہ کوئی دوسرا دیکھ اور سن نہ سکے۔ صرف وہی دیکھے اور سنے جس کے لئے آج گھر سے نکلا ہوں اور پھر اس طرح زاری کی' اتنا رویا کہ اس بوڑھے سارنگی نواز' بے بس اور مجبور کی حالت زار پر ترس کھاتے ہوئے اسی کا طرف دار ہو گیا اور اس دور کے سچوں، نیکوں، صالحوں کے شاہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ جلدی سے قبرستان پہنچو وہاں ہمارا ایک خاص بندہ ہے' اس کو سات سو درہم پیش کرو اور کہو کہ یہ تیرے مالک نے بھیجے ہیں اور کہا ہے کہ ختم ہو جائیں تو اور آ

کر لے جانا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھے۔ مالک کے خزانے بیت المال سے سات سو درہم لئے اور قبرستان پہنچ گئے اور پورے قبرستان میں سوائے اس بوڑھے سارنگی نواز کے اور کوئی نہ تھا اور وہ سویا ہوا تھا۔ شاید اسے پہلا انعام مالک کی طرف سے چین کی نیند عطا ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموشی سے بیٹھ گئے۔ یہ رحمٰن کے بندے کا ادب تھا۔ آپ نے اس کی چین کی نیند کے دروازے پر دستک نہ دی۔ تھوڑی دیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھینک آئی۔ یہ چھینک آنا بھی رحمٰن کی رحمت کی بہار سے گویا خستہ قبر میں خستہ دل سارنگی نواز کے ماحول پر رحمت کی ایک اور پھوار آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چھینک سے بوڑھا سارنگی نواز بیدار ہوا۔ یہ اس کی بیداری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چھینک کا صدقہ تھی۔ سبحان اللہ! جس کی چھینک سے خوابیدہ بخت بیدار ہونے لگیں اس کے وجودِ مسعود کی برکت کیا ہوگی۔ ہیبت فاروقی سے بوڑھا لرز اٹھا۔ شاید یہ لرزنا اور جھنجھوڑپن اس کی قسمت کو جگا رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ڈرو نہیں میرے اور تیرے رحمٰن، کرم نواز مالک نے سلام بھیجا ہے۔

تو کریم ہے ازل سے ہے خطا کی میری عادت
تو نواز لے کرم سے تیری بندہ پروری ہے

اور ساتھ یہ سات سو درہم بھی بھیجے ہیں اور کہا ہے جب ختم ہو جائیں اور آ کر لے جانا۔ بوڑھے سارنگی نواز نے مالک کی دین کا یہ انداز دیکھا تو تڑپ اٹھا کہ میری ضرورت پوری کرنے کے لئے پوری دنیائے اسلام کے ایک عظیم تر انسان کے ہاتھ سلام بھی اور عطا بھی۔ سبحان اللہ!

کرم نے رکھی لاج سجدوں کی میرے
یہ سر تھا کہاں آستانے کے قابل

لگاتے ہیں سینے سے ان کو بھی آقا
جو ہوتے نہیں منہ لگانے کے قابل

پرسوز آواز کا پیالہ تو بڑھاپے کے پتھر نے ہی توڑ پھینکا تھا۔اب غم رائیگاں کا پیالہ بھی اس کے کرم نے توڑ ڈالا اور بوڑھے سارنگی نواز نے خوشی و مسرت کی اس بہار کی آمد پر زندگی کا نذرانہ مالک کے حضور پیش کر دیا کہ اے کریم نواز! تیری عنایت کریمانہ کے شکر میں کیا پیش کروں۔

زندگی سمجھا کیا وہ شمع پہ جل جانے کو
دردِ دِل تھم گیا نیند آ گئی پروانے کو

نوجوان تڑپ گیا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام العادلین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر تنہا مدینہ منورہ سے باہر چلے گئے۔ایک چھوٹے اور بوسیدہ سے خیمے میں چراغ جل رہا تھا۔دروازے پر ایک نوجوان پریشانی و مایوسی کے عالم میں سراپا تصویرِ غم بن کر بیٹھا آہیں بھر رہا تھا۔امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے پوچھا جوان تم کون ہو؟ جواب ملا مسافر ہوں۔فرمایا اداس کیوں ہو؟ عرض کی بیوی کے بچہ پیدا ہونے کا وقت ہے۔دردِ زہ شروع ہو چکا ہے مگر دائی کا کوئی انتظام نہیں۔مسافر ہوں، مفلس ہوں۔سنا تھا کہ خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے انتظامات کر رکھے ہیں۔مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف مدینہ شریف والوں کے لئے ہیں اور میں مسافر ہوں۔یہ سنا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا بھائی گھبراؤ نہیں۔میں ابھی کسی دائی کا بندوبست کر دیتا ہوں۔گھر آئے، اپنی بیوی سے فرمایا بیشک تم امیر المومنین کی بیوی ہو مگر فوراً اٹھو اور آج ایک مسافر اور غریب کی جھونپڑی میں دائی بن کر جاؤ تا کہ آئندہ آنے والی نسلیں یہ جان لیں کہ مسلمانوں کے حکمران اور ان کی بیگمات صرف

خوشنما بنگلوں، رنگین کوٹھیوں اور کلب گھروں میں عیاشی کرنے کے لئے نہیں ہوتیں بلکہ غریب کی بیٹی کے ننگے سر کو ڈھانپنے کے لئے بھی ہوتی ہیں۔ قالینوں اور ریشمی پردوں سے نکل کر کسی مزدور کے گھر انہیں دائی بن کر بھی جانا پڑتا ہے۔

وفادار بیوی فوراً اٹھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل دی۔ آپ نے جا کر فرمایا لو بھائی دائی حاضر ہے۔ امیر المومنین کی زوجہ محترمہ نے بڑی خوش اسلوبی اور احسن طریقہ سے اپنا فرض ادا کیا۔ اللہ کریم عزوجل نے انہیں خوبصورت لڑکا عطا کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیوی کو اندر بھیج کر خود اس نوجوان سے ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے۔ اندر سے آواز آئی امیر المومنین! آپ کو مبارک ہو رب العزت نے انہیں بیٹا دیا ہے۔ امیر المومنین کا نام سن کر نوجوان تڑپ اٹھا اور پاؤں پکڑ کر عرض کی آقا! معاف کر دو، مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ خلیفۃ المسلمین ہیں۔ فرمایا: نہیں بھائی تم معاف کرو کہ تمہیں اتنی تکلیف ہوئی۔

(ریاض النضرہ، جلد دوم، صفحہ 278، ازالۃ الخفاء، صفحہ 46، البدایہ والنہایہ، جلد 4)

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرشِ بریں پر

آپ نے نظام حکومت کی ایسی تدابیر کیں کہ ایک دن زکوٰۃ کی تھیلی ہاتھ میں لئے مدینہ شریف کے بازاروں میں آواز دیتے ہیں کہ ہے کوئی زکوٰۃ لینے والا! مفلس و تنگ دست، لیکن کوئی بھی دست سوال دراز نہیں ہوتا۔

غرض کہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو، خطہ ہستی کا کوئی گوشہ اور تاریخ اسلام کا کوئی ورق ایسا نہیں ہے جس میں اس پیکر دین وایمان، مجسمہ عدل وانصاف اور مرکز مہر و وفا کا نام روز روشن کی طرح نہ چمکتا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نعمتوں سے سرفراز اور دنیاوی آسائشوں سے مالا مال ہونے کے باوجود بھی فقر واستغنا اور زہد وتقویٰ کی جیتی

جاگتی تصویر اور عدل وانصاف کے درخشندہ آفتاب تھے۔

وہ خوفِ الٰہی رکھنے کی وجہ سے جانتے تھے کہ مسلمانوں کی خلافت وامامت کا قیامت کے دن ان سے حساب لیا جائے گا اور رعیت وقوم کے دکھ درد، رنج وغم، غربت وافلاس اور مصائب وآلام کے بارے میں ان سے سوال ہوگا۔ اس لئے ان کے دل میں عدل وانصاف کا جذبہ، دستگیری کا ولولہ، بندہ پروری کا شوق اور ہمدردی وخیر خواہی کا طوفان ہر وقت موجزن رہتا تھا۔ خلافت سے پہلے عہد رسالت سے لے کر عہد صدیقی تک وہ مغرور وسرکش انسانوں کے لئے اتنے ہی رحم وکرم کے پیکر اور عفو واحسان کا مرکز بن گئے۔

خلیفہ ثانی نے اپنے دورِ حکومت میں نہ صرف یہ کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بچائی ہوئی اسلامی فتوحات کی بساط کو روم، شام اور عراق وایران تک پھیلا کر کفر وشرک کے اندھیرے میں توحید واسلام کے چراغ جلائے اور ضلالت وگمراہی کی تاریکیوں میں حق وصداقت کا نور پھیلایا بلکہ باقاعدہ طور پر خطہ ارض پر ایک اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی اور ایک ایسا نظام حکومت دنیا کے سامنے پیش کیا جس کی خوبیوں کا غیر بھی اقرار کرنے پر مجبور ہیں۔ ایک ایسا صاف ستھرا معاشرہ قائم کیا جس کی بدولت مسلمانوں کے دکھ سکھ میں اور مصائب راحتوں میں بدل گئے۔ ایک پاکیزہ ماحول کو جنم دیا جس کے طفیل ہر ایک کو امن وسکون کی دولت نصیب ہوگئی۔ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نظام سلطنت، ان کے طرزِ حکومت' ان کے معاشی نظام' ان کے عدل و انصاف' ان کے اخلاق وکردار، ان کی دوستی، توحید پرستی، محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی فتوحات کو دیکھتے ہوئے ایک انگریز مورخ یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ اگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ دو سال اور زندہ رہتے تو دنیا میں اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نظر نہ آتا لیکن کیا کیا جائے کچھ لوگ اپنے دین وایمان کی کمزوری اور ابن سباء یہودی کی

سینہ زوری کی بناء پر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر اور حضرت علی کے داماد تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مخلص دوست امیر المومنین حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی کر کے اپنا نامہ اعمال بھی سیاہ کرتے ہیں۔ خداعزوجل عقل سلیم اور چشم بصیرت عطا فرمائے۔ آمین

عمر ہے محبت کا ماہِ جبین بھی، فدائے جمال شہ مرسلیں بھی
امیرِ امیراں امام زمانہ، سطوت کا مینار فاروق اعظم

(کرامات صحابہ، 83)

فاروق اور اہل بیت (رضی اللہ عنہم اجمعین)

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تاریخ اسلام میں جس ہستی کا نام بار بار زبان پر آتا ہے وہ سسر رسول کریم، غیظ المنافقین، امام العادلین، دامادِ علی، امیر المومنین حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مقدس، طیب وطاہر ذاتِ گرامی ہے۔ آپ کا نام عمر ہے، کنیت ابوحفص ہے اور لقب فاروق اعظم ہے۔ والد کا نام خطاب اور ماں کا نام عنتمہ ہے۔ آٹھویں پشت میں آپ کا شجرہ نسب حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندانی شجرہ سے جاملتا ہے۔ آپ واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔ نبوت کے چھٹے سال 27 برس کی عمر میں اسلام سے مشرف ہوئے۔ آپ اس وقت اسلام لائے جب 39 مرد اور 23 عورتیں اسلام لاچکی تھیں۔

سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر نسبت کا دل وجان سے احترام واکرام کرتے تھے۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نو پلیٹیں رکھی ہوئی تھیں۔ جب بھی کوئی پھل یا کوئی اور تحفہ آتا تو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی طرف ان پلیٹوں میں ڈال کر بھیجتے تھے اور اپنی بیٹی اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو آخر میں بھیجتے تاکہ آخر میں کم رہ جائے تو نقصان اپنی بیٹی کا ہی ہو۔ (موطا امام محمد، کتاب اللقطہ، باب کسب الحجام، مطبوعہ کراچی)

اہل اسلام کی مادرانِ شفیق
بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

دامادِ علی:

جہاں اللہ عزوجل نے سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دیگر کمالات سے نوازا ہے وہاں آپ کو یہ فضیلت بھی بخشی ہے کہ آپ کو تاجدارِ ھل اتی حضرت سیّدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دامادی کا شرف حاصل ہے۔ حضرت زینب صغریٰ جن کی کنیت حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا ہے (جن کے والد محترم مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور جن کی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں) کا نکاح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ان سے ایک صاحبزادے حضرت زید بن عمر رضی اللہ عنہما بھی پیدا ہوئے۔

(منتہی الامال، جلد اول، صفحہ 244، چھٹی فصل حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی اولاد کے بیان میں۔ مطبوعہ مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، مجالس المومنین، جلد اول، صفحہ 182، قصہ تزویج اُمّ کلثوم، مطبوعہ انتشارات اسلامیہ ایران، الانوار نعمانیہ، جلد اول، صفحہ 83، نور مرتضوی، مطبوعہ بیروت، الیعقوبی، جلد دوم، صفحہ 238، باب عمر بن خطاب کا دورِ خلافت، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، وسائل الشیعہ، جلد 15، کتاب النکاح، رقم 27050، مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیہ ایران، فروع کافی، جلد 6، صفحہ 116، کتاب الطلاق، مطبوعہ مؤسسۃ احیاء الکتب الاسلامیہ ایران، مناقب آل ابی طالب، جلد 3، صفحہ 349، فی ازواجہ واولادہ واقربایہ وخدامہ مطبوعہ انتشارات ذوی القربیٰ ایران، الاستبصار، جلد 3، صفحہ 353، کتاب الطلاق، مطبوعہ ایران)

نکاح خواں:

ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی لکھتا ہے کہ حضرت شہربانو رضی اللہ عنہا کا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے نکاح بھی حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پڑھایا تھا۔ (اصول کافی، جلد اول، صفحہ 467، کتاب الحجۃ، باب مولد علی بن الحسین، مطبوعہ ایران)

حسنین کریمین:

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب شہر مدائن فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے مسجد نبوی میں مال غنیمت جمع کیا سب سے پہلے سبط رسول حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: اے امیر المومنین! ہمارا حق جو اللہ نے مقرر کیا ہے عطا کرو۔

آپ نے ایک ہزار درہم نذر کیے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آ گئے۔ ان کی خدمت میں بھی ہزار درہم پیش کیے گئے۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے ان کو پانچ سو درہم دیئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا امیر المومنین! میں حضور جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جوان تھا اور آپ کے حضور جہاد کرتا تھا اور حسنین کریمین اس وقت بچے تھے اور مدینہ شریف کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو ہزار ہزار درہم اور مجھے پانچ سو درہم دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بیٹا پہلے وہ مقام اور فضیلت تو حاصل کرو جو حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کا ہے پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا۔ ان کے باپ علی المرتضیٰ ہیں، ماں فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں، نانا حبیب خدا ہیں، نانی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں، چچا جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہیں، ماں اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا ہیں، ماموں ابراہیم بن رسول اللہ رضی اللہ عنہ ہیں، خالہ زینب رضی اللہ عنہا، رقیہ اور حضرت اُمّ کلثوم دختران پیغمبر رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔

(ریاض النضرہ، جلد دوم، صفحہ 292، فی مناقب عمر بن خطاب، الباب الثانی، مطبوعہ نوریہ رضویہ، لاہور، ایضاً، اردو، جلد دوم، صفحہ 177، مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

ان کی بات:

زین الدین محمد بن علی شہر آشوب لکھتا ہے جب حضرت عمر ابن خطاب نے

مجاہدین کے ناموں کے رجسٹر تیار کیے تو ان میں سرفہرست حضرات حسنین کریمین کے نام لکھے۔ پھر انہیں اس قدر وافر مال عطا فرمایا کہ ان کے گھر بھر گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر کے بیٹے عبداللہ نے ابا جان سے کہا آپ نے مجھ پر ان دونوں صاحبزادوں کو فوقیت دے دی حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ہجرت دونوں میں میں ان سے آگے ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمر نے اپنے بیٹے سے فرمایا چپ ہو جا، تیرا باپ ان کے باپ سے بہتر نہیں اور ان کی والدہ تمہاری والدہ سے کہیں بہتر ہے۔

(مناقب آل ابی طالب، جلد 3، صفحہ 87، فی انہ خیر الخلق بعد النبی، مطبوعہ انتشارات ذوی القربیٰ ایران)

کیا بات ہے رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یمن سے حلے (بہترین لباس) آئے تو انہوں نے وہ مہاجرین وانصار کے درمیان تقسیم کر دیئے اور ان میں سے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لئے کوئی چیز نہ بچی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یمن کے گورنر کو خط لکھا کہ ان دونوں شہزادگان کی شان کے لائق حلے بھیجے۔ گورنر نے تعمیل کرتے ہوئے حلے بھیج دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حلے دونوں شہزادگان کو پہنا کر فرمایا مجھے لوگوں کو حلے پہنے دیکھ کر اس وقت تک خوشی نہیں ہوئی جب تک آپ دونوں نے نہیں پہن لئے۔

(ریاض النضرہ، جلد دوم، صفحہ 293، مطبوعہ نوریہ رضویہ لاہور)

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہو گی
یہ خبر کسی دشمن نے اڑائی ہو گی

نجم الحسن کراروی لکھتا ہے کہ ایک دن منزل مفاخرت میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے سامنے فخر و افتخار کی باتیں کرنے لگے۔ یہ

سن کر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم تو تمہارے غلام زادے ہو۔ اتنی بڑھ چڑھ کر کیا باتیں کر رہے ہو؟ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رنجیدہ ہو کر اپنے باپ کے پاس گئے اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا تھا اسے بیان کر دیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیٹا! یہ بات ان سے لکھوالو۔ اگر لکھ دیں تو میرے کفن میں رکھ دینا۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے لکھ دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وصیت کر دی کہ اسے ان کے کفن میں رکھا جائے کیونکہ محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی بخشش کا ذریعہ ہے۔

(چودہ ستارے، صفحہ 226، مطبوعہ امامیہ کتب خانہ، مغل حویلی، اندرون موچی دروازہ لاہور)

ان کے مولا کے ان پر کروڑوں درود
ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

قارئین محترم! آپ حضرات نے خلیفہ ثالث حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خیالات وارشادات ملاحظہ فرمائے کہ حضورِ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور اہل بیت سے انہیں کس قدر عقیدت و محبت تھی، اپنی حقیقی اولاد کو بھی ان کی دل جوئی کی خاطر جھڑک دیتے تھے خاص کر خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق ان کے الفاظ عقیدت و مودت کے انتہائی آئینہ دار ہیں کہ انہیں خود اپنی بیوی سے بہتر قرار دے رہے ہیں۔ ادھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عقیدت اہل بیت کا یہ عالم ہے اور ادھر نام نہاد محبان اہل بیت کے باطل خیالات ہیں، ان کو کم از کم یہ تو خیال کرنا چاہیئے تھا کہ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قلب و جگر میں اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی گہری عقیدت تھی، یہ کس قدر ان پہ جانثار تھے۔

وزیران من اہل الارض

رب تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ (آل عمران، 159) اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت رقم فرماتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی اور حضرت عبداللہ بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے فرمایا اگر تم دونوں کسی مشورہ میں اتفاق کرو گے تو میں تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔ (درمنثور مترجم مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، مسند احمد، رقم الحدیث 8157، الصواعق المحرقہ عربی، مطبوعہ نوریہ رضویہ لاہور، صفحہ 93)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ (النساء، 59) حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ سے مراد شیخین کریمین یعنی حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔

(الحدیقۃ الندیہ، جلد اول، صفحہ 320)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (التوبہ، 119)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔

علامہ ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ صادقین سے مراد صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔

(اسد الغابہ مترجم مطبوعہ مکتوبہ نبویہ لاہور، جلد 5، صفحہ 290)

حضرت سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نبی کے دو وزیر آسمان سے تعلق رکھتے ہیں اور دو وزیر زمین سے تعلق رکھتے ہیں اور میرے آسمان سے تعلق رکھنے والے دو وزیر جبرائیل اور میکائیل اور زمین سے تعلق رکھنے والے میرے دو وزیر صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔

(جامع ترمذی، مطبوعہ لاہور، کتاب المناقب، رقم 3613، مشکوٰۃ المصابیح، مطبوعہ مکتبہ توفیقیہ، مصر، جلد 3، صفحہ 318، رقم الحدیث 6048، مستدرک للحاکم مترجم مطبوعہ لاہور، جلد 3، صفحہ 87، رقم الحدیث 3047، مجمع الزوائد، مطبوعہ بیروت، جلد 9، صفحہ 18، رقم الحدیث 14346، نوادر الاصول، مطبوعہ دار النوادر بیروت، جلد 5، صفحہ 324، رقم الحدیث 1227، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، جلد 32، صفحہ 80، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ دار الحدیث مصر، جلد 2، صفحہ 399، الحبائک فی اخبار الملائک، مترجم مطبوعہ ملتان، صفحہ 77، کنز العمال، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور، جلد 13، صفحہ 8، رقم الحدیث 36114، نور الابصار مترجم مطبوعہ فیصل آباد، جلد اول، صفحہ 714، تفسیر عزیزی مترجم مطبوعہ لاہور، جلد دوم، صفحہ 120، ازالۃ الخفاء، مترجم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، جلد اول، صفحہ 57، خصائص الصغریٰ، مترجم مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، صفحہ 19، عمدۃ التحقیق مترجم مطبوعہ سیالکوٹ، صفحہ 136، الصواعق المحرقہ، مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلشنگ لاہور، صفحہ 107)

قارئین کرام! اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں کے بھی بادشاہ ہیں اور زمین کے بھی۔ آسمانی سلطنت کا انتظام حضرت جبرائیل و میکائیل کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وہاں نافذ کرتے ہیں۔ ترتیب ذکری سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام درجہ میں حضرت میکائیل علیہ السلام سے بہت بڑے ہیں کہ ان کا ذکر پہلے کیا گیا۔

اس حدیث شریف سے مزید چند مسئلے بھی معلوم ہوئے:

(1) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت زمین پر بھی ہے اور آسمان پر بھی ورنہ دونوں جگہ وزیر ہونے کا کیا معنی بلکہ حضور عالمین کے سلطان، بادشاہ اور نبی ہیں:

لِيَكُونَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۞ (الفرقان:1)

(2) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں کہ پہلے ان کا نام مبارک ذکر ہوا بعد میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا۔

(3) وزارت صدیقی و فاروقی افضل ہے۔ وزارت جبرائیلی و میکائیلی سے کہ حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما پایہ تخت کے وزیر ہیں۔ ہر دم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے والے، زمین تمام انبیاء خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پایہ تخت ہے۔ (مرأت، مطبوعہ، لاہور، جلد 8، صفحہ 388)

وزیر ای فی السماء وزیر ای فی الارض
ظاہر ہے اس حدیث سے حکومت رسول کی

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک چرواہا اپنے ریوڑ میں تھا کہ بھیڑیے نے حملہ کیا اور ایک بکری کو پکڑ کر لے گیا۔ چرواہے نے بکری کو اس سے چھڑایا۔ پس اسے مخاطب کر کے کہنے لگا اس چیر پھاڑ کے دن ان کا محافظ کون ہوگا جس روز میرے سوا ان کا چرواہا کوئی نہیں ہوگا؟ اسی طرح ایک شخص گائے کو ہانک کر لے جا رہا تھا کہ اس پر سوار ہو گیا۔ گائے نے اسے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے اس لئے تو پیدا نہیں کیا گیا بلکہ میں تو کھیتی باڑی کے لئے پیدا کی گئی ہوں۔ لوگوں نے تعجب سے سبحان اللہ کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان واقعات کی صحت پر یقین رکھتا ہوں اور صدیق اکبر

وفاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی۔ (بخاری، مترجم مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور، کتاب فضائل اصحاب النبی، رقم الحدیث 3663، جامع ترمذی، مترجم مطبوعہ شبیر برادرز لاہور، کتاب المناقب، رقم الحدیث 3609، مشکوٰۃ، جلد سوم، رقم الحدیث 6040، مسند احمد، مترجم مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور، رقم الحدیث 7345)

سب سے بہتر:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر فرد۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ تو یہ کہہ رہے ہیں اور میں نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے سورج ایسے کسی شخص پر طلوع نہیں ہوا جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بہتر ہو۔

(جامع ترمذی، رقم الحدیث 3617، نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 469)

سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبیوں کے بعد اہل زمین سے صدیق اکبر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سب سے افضل ہیں۔ (تاریخ دمشق الکبیر، جلد 32، صفحہ 69)

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ عنہما انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کو چھوڑ کر اولین وآخرین، آسمانوں اور زمین میں رہنے والے تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ (الصواعق المحرقہ، صفحہ 107، نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 456)

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج ہوئی تھی میں نے آفتاب کو دیکھا کہ مشرق سے مغرب کی طرف کھنچا جاتا ہے اور اس کی پیشانی پر دو سطریں لکھی ہیں۔ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا انہوں نے بتایا پہلی سطر یہ ہے:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر شفیق ۔

دوسری سطر یہ ہے:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ عمر الفاروق الرفیق ۔

(تاریخ دمشق الکبیر، جلد 47، صفحہ 68، نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 458)

حضرت عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب صدیق اکبر و جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو فرمایا یہ میرے کان اور آنکھیں ہیں۔ (مشکوۃ، جلد سوم، صفحہ 318، رقم الحدیث 6047، مستدرک کتاب معرفۃ الصحابہ، رقم الحدیث 4448، مقاصد الحسنہ، صفحہ 755، کنوز الحقائق، صفحہ 31)

متذکرہ حدیث شریف کی شرح میں حکیم الامت رقم فرماتے ہیں اس فرمان عالی کی چار شرحیں ہوسکتی ہیں:

(1) یہ دونوں مسلمانوں کی کان و آنکھیں ہیں کہ جیسے انسان بغیر کان و آنکھ کے کچھ نہ دیکھ سکے نہ سن سکے ایسے ہی مسلمان ان کا دامن چھوڑ کر نہ راہ ہدایت دیکھ سکے نہ قرآن وحدیث یا اللہ ورسول کی بات سن سکے۔

(2) یہ دونوں دین اسلام کی آنکھیں اور کان ہیں کہ جیسے جسم کی تکمیل آنکھوں اور کان سے ہوتی ہے ایسے ہی دین کی تکمیل ان بزرگوں سے ہے۔ قرآن وحدیث ان کے ذریعہ سے سمجھو۔

(3) یہ دونوں میرے کان اور آنکھ ہیں جیسے ہر شخص کو اپنے آنکھ کان بڑے پیارے ہوتے ہیں کہ ان دونوں کی ہر طرح حفاظت کرتا ہے ایسے ہی یہ دونوں میرے پیارے وزیر ہیں۔ مجھے بڑے محبوب ہیں۔ اعلیٰ وزیر بادشاہ کی آنکھ کان ہوتے ہیں۔

(4) یہ دونوں سراپا آنکھ وکان ہیں جیسے آنکھ دیکھنے سے سیر نہیں ہوتی۔ کان سننے سے سیر نہیں ہوتے ایسے ہی یہ دونوں مجھے دیکھنے، میری سننے سے کبھی سیر نہیں ہوتے۔

ان کا عقیدہ تو یہ ہے۔

تجھی کو دیکھنا تیری ہی سننا تجھ میں گم ہونا
حقیقت معرفت اہل طریقت اس کو کہتے ہیں
ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں ترے رہنا طریقت اس کو کہتے ہیں

ان دونوں نے دیکھا تو حضور کو اور سنی تو حضور کی یہ وہ جسم ہیں جن کی جان حضور میں آنکھیں و کان سارے اعضاء سے افضل ہیں۔ رب فرماتا ہے: وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ (النحل:78) یوں ہی سارے اسلام میں یہ دونوں افضل ہیں۔ کان افضل ہیں آنکھ سے کہ آنکھ کے بغیر علم حاصل کیا جا سکتا ہے مگر کان کے بغیر نہیں اس لئے کان کا ذکر پہلے فرمایا آنکھ کا بعد میں۔ (مرأت، جلد8، صفحہ 386)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں تشریف لائے تو سوائے صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے کوئی اپنا سر نہ اٹھاتا تھا۔ یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے۔

(مشکوٰۃ، جلد3، صفحہ 318، رقم الحدیث 6045، مسند امام احمد، رقم الحدیث 12544، مستدرک کتاب العلم، رقم الحدیث 418، ترمذی، رقم الحدیث 3601)

مذکورہ بالا حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پیارا پیارے کو دیکھ کر خوشی سے مسکراتا ہے۔ یہاں وہ رنگ تھا دوسرے صحابہ میں ادب کا ظہور ہے۔ یہاں محبوبیت کی جلوہ گری ہے یعنی دونوں صاحب اسرار اور بارگاہِ عالی میں بہت باریاب تھے۔ (مرأت، جلد8، صفحہ 386)

جس مسلماں نے دیکھا انہیں اِک نظر
اس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام

حافظ عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد جن صحابہ کرام علیہم الرضوان کو چھوڑا ان میں سب سے افضل حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور اس بات پر علماء کرام کی جماعت کا اجماع ہے اور اہل علم کے ایک بہت بڑے گروہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سب سے افضل حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔

(التمہید، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، جلد 8، صفحہ 553)

امام ربانی قطب ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرات خلفاء اربعہ کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے موافق ہے کیونکہ تمام اہل حق کا اجماع ہے کہ پیغمبروں کے بعد تمام انسانوں میں سے افضل حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مکتوبات، مترجم مطبوعہ لاہور، جلد دوم، صفحہ 316)

حضرت سیّدنا بسطام بن مسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا میرے بعد کوئی بھی تم دونوں پر حکمرانی نہیں کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، جلد 7، صفحہ 475، رقم الحدیث 33)

محبتِ شیخین:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب آئے گی؟ فرمایا تم نے اس کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے؟ عرض گزار ہوا کہ میرے پاس تو کوئی عمل نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا تم اس کے

ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اتنا کسی چیز نے خوش نہیں کیا جتنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان نے کیا کہ تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں اور صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے۔ لہٰذا امیدوار ہوں کہ ان کی محبت کے باعث ان حضرات کے ساتھ رہوں گا اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں۔

(بخاری، کتاب الفضائل اصحاب النبی، رقم الحدیث 3688، مسند احمد، رقم الحدیث 14404)۔

حضرت ابوالقاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہمارے استاذ کے ایک ساتھی فوت ہو گئے۔ استاذ صاحب نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا: مافعل اللہ بك یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ جواب دیا اللہ عز وجل نے میری مغفرت فرما دی۔ پوچھا منکر نکیر کے ساتھ کیسی رہی؟ جواب دیا انہوں نے مجھے بٹھا کر سوالات شروع کئے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا اور میں نے فرشتوں سے کہہ دیا سیّدنا ابوبکر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے واسطے مجھے چھوڑ دیجئے۔ یہ سن کر ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا اس نے بڑی بزرگ ہستیوں کا وسیلہ پیش کیا ہے لہٰذا اس کو چھوڑ دو چنانچہ انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اور تشریف لے گئے۔

(شرح الصدور، مترجم مطبوعہ لاہور، صفحہ 237)

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان دنیا میں اسی ہزار فرشتے ہیں جو محبین صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے لئے استغفار کرتے ہیں اور دوسرے آسمان میں اسی ہزار فرشتے ہیں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دشمنوں پر لعنت کیا کرتے ہیں۔ (تاریخ دمشق الکبیر، جلد 32، صفحہ 100، نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 466)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت قائم ہوگی اللہ تعالیٰ ایک فرقہ کو دوزخ میں لے جانے کا حکم فرمائے گا۔ دوزخ کے فرشتے اسی دم انہیں گرفتار کر کے لے چلیں گے پھر رحمت کے فرشتے کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا انہیں واپس لاؤ چنانچہ وہ انہیں واپس لائیں گے پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دیر تک کھڑے ہوں گے۔ پھر اللہ وحدہ لاشریک کا ارشاد ہوگا اے میرے بندو! میں نے تمہارے گزشتہ گناہوں کی وجہ سے تمہیں دوزخ لے جانے کا حکم دیا تھا لیکن ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی محبت کی بدولت میں نے تمہیں بخش دیا۔ (نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 460)

الزہر الفائح میں ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو طلب کیا۔ جب دونوں صاحب حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے دیر سے آنے کا سبب پوچھا۔ دونوں حضرات نے عرض کیا ہم نے راستہ میں ایک جنازہ دیکھا تھا اس کی نماز پڑھنے لگے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا تم دونوں میں سے امام کون تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے دوسرا کوئی آگے بڑھ سکتا ہے۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما میت کے لئے باعث برکت بن گئے کیونکہ وہ بڑا گناہ گار تھا جب ان دونوں نے اس پر نماز جنازہ پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم سے آزاد کردیا اور اسے جنت میں داخل کردیا۔

(نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 461)

حضرت سیّدنا عبداللہ بن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے ارشاد

فرمایا دونوں افضل ہیں اور میں ان دونوں کی بلندی درجات کے لئے دعا گو ہوں۔ مزید فرمایا اگر میں اپنے دل کی بات کے خلاف کہوں تو مجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نہ پہنچے۔ (ریاض النضرہ، مطبوعہ نوریہ رضویہ لاہور، جلد اول، صفحہ 60)

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فتوے کون دیتا تھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا میں صرف دو شخصیات کو جانتا ہوں اور وہ سیّدنا صدیق اکبر اور سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔ ان دو کے علاوہ میرے علم میں اور کوئی نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فتوے دیا کرتا ہو۔ (اسد الغابہ، جلد 5، صفحہ 293)

قطب ربانی عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی حاجت ہو تو اس کی بارگاہ میں حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کیونکہ آپ کے بغیر وہاں رسائی ممکن نہیں اور جب تجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حاجت ہو تو آپ کی بارگاہ میں دونوں وزیروں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا وسیلہ پیش کر کیونکہ وہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ ہیں۔ ان کے بغیر آپ تک رسائی ممکن نہیں۔

(لطائف المنن، صفحہ 771، عمدۃ التحقیق، صفحہ 167)

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی:

حضرت سیّدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بعد صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا۔

(ترمذی، کتاب المناقب، رقم الحدیث 3596، تاریخ دمشق الکبیر، جلد 32، صفحہ 149، مستدرک کتاب المعرفۃ الصحابہ، رقم الحدیث 4448، مشکوٰۃ، رقم الحدیث 6044، نوادر الاصول، جلد 5، صفحہ 101، رقم الحدیث

1210، ازالۃ الخفاء، جلد اول، صفحہ 56، القاصد الحسنہ، صفحہ 230)

اس حدیث پاک میں شیخین کریمین کی خلافت کی طرف اشارہ ہے کہ میرے بعد یہ حضرات خلیفہ ہوں جیسا کہ شیعوں کی تفاسیر بھی شاہد ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے ایک پوشیدہ بات کی کہ میرے بعد ابوبکر اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہما مملکت اسلامیہ کے مالک ہوں گے۔

(تفسیر شامی، مطبوعہ تہران، جلد 6، صفحہ 356، مجمع البیان، مطبوعہ قم، جلد 5، صفحہ 388، منہج الصادقین، مطبوعہ تہران، جلد 5، صفحہ 547)

شیعوں کی ایک اور شہادت کہ حضرت سیّدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل کا منکر نہیں ہوں میں تو یہ کہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

(احتجاج طبری، مطبوعہ تہران، جلد دوم، صفحہ 479)

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

حضرت سیّدنا ابواروئی دوسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ سیّدنا صدیق اکبر و سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا الحمد للہ الذی اید فی بکما یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل کا شکر ہے جس نے تم دونوں کے ذریعے میری تائید فرمائی۔

(مجمع الزوائد، جلد 9، صفحہ 19، رقم الحدیث 14347، المعجم الاوسط مطبوعہ بیروت جلد 5 صفحہ 271، رقم الحدیث: 7299، معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ بیروت، جلد 4، صفحہ 437، رقم الحدیث 6735)

صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما نگاہِ علی میں:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا بیان ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے افضل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ (ابن ماجہ، کتاب السنہ، رقم الحدیث 106)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا اسی دوران حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نظر آ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمام انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کے علاوہ سب پہلے والے اور سب بعد والے عمر رسیدہ لوگوں کے سردار ہیں۔ اے علی! تم ان دونوں کو نہ بتانا۔

(ترمذی، رقم الحدیث 3598، اسد الغابہ، جلد 5، صفحہ 290)

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا سہارا لئے ہوئے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ارشاد فرمایا: اے علی تم ان دونوں سے محبت کرتے ہو؟ عرض کی جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا احبهما تدخل الجنة یعنی ان سے محبت قائم رکھو جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (کنز العمال، جلد 13، صفحہ 8، رقم الحدیث 36111)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔ مومن کے دل میں میری محبت اور صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کا بغض کبھی یکجا نہیں ہو سکتے یعنی صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کا بغض رکھنے والا مومن نہیں ہو سکتا۔

(تاریخ الخلفاء، مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور، صفحہ 185)

سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بڑے دردمند، نرم دل اور خدا کی طرف رجوع کرنے والے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دین کی خیر خواہی کرنے والے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی خیر خواہی کی۔

(انوار الاصول، جلد دوم، صفحہ 22، رقم الحدیث 262، تاریخ دمشق الکبیر، جلد 32، صفحہ 149)

اسماء بن حکم نے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا یہ دونوں ہدایت پر تھے۔ ہدایت دینے والے تھے۔ صحیح راہ پر تھے اور صحیح راہ دکھانے والے تھے کامیابی پر تھے اور کامیابی کی راہ دکھانے والے تھے۔ دنیا میں نجات و کامیابی حاصل کر کے آخرت کے جہاں میں پہنچ گئے۔

(کنز العمال، جلد 13، صفحہ 13، رقم الحدیث 36149، اصدق التصدیق، صفحہ 36)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ وزاری کرنے والے بردبار تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مخلص اور اللہ کے لئے خیر خواہی کرنے والے تھے۔ (کنز العمال، جلد 13، صفحہ 12، رقم الحدیث 36141، اصدق التصدیق، صفحہ 39)

عبد بن خیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جنت میں سب سے پہلے کون جائے گا؟ آپ نے فرمایا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔

(کنز العمال، جلد 13، صفحہ 5، رقم الحدیث 36095، اصدق التصدیق، 39)

ابو صالح حنفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے روز حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا تم دونوں میں سے ایک کے دائیں جانب جبرائیل اور دوسرے کے دائیں جانب میکائیل اور اسرافیل جیسے عظیم فرشتے ہیں جو جنگ کا معائنہ کرنے کے لئے آئے ہیں ان میں سے ہر ایک فرشتوں کی صف میں ہے۔ (مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، رقم الحدیث 4430، مسند ابی یعلیٰ، مطبوعہ بیروت، جلد اول، صفحہ 177، رقم الحدیث 335، اصدق التصدیق، صفحہ 51)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ میں نے اپنی ان دونوں آنکھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ دونوں نابینا ہو جائیں اور میں نے اپنے دونوں کانوں سے آپ کو کہتے سنا ہے اگر ایسا نہ ہو تو یہ دونوں بہرے ہو جائیں کہ اسلام میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ پاک وصاف پیدا نہیں ہوا۔ (نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 456)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے جنت میں کون جائے گا۔ آپ نے فرمایا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔ اس نے کہا: اے امیر المومنین! آپ سے بھی پہلے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے جنت کو پیدا کیا اور جان کو بنایا، وہ دونوں مجھ سے پہلے جنت کے پھل کھاتے ہوں گے۔

(نزہۃ المجالس، جلد دوم، 460)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کو میں خطبہ میں یہ پڑھتے سنتا ہوں کہ اے اللہ عزوجل! جس چیز سے تو نے خلفائے راشدین کی اصلاح کی ہے میری بھی اصلاح فرما۔ پس وہ کون ہیں؟ اس پر آپ رو پڑے اور فرمانے لگے وہ دونوں میرے حبیب پیشوائے ہدایت اور اسلام کے شیخ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں جس نے ان کی اقتداء کی وہ بچ گیا۔ جس نے ان کی

پیروی کی وہ صراط مستقیم پا گیا اور جس نے ان کے ساتھ تمسک کیا وہ اللہ عزوجل کی جماعت میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی فلاح پانے والی ہے۔
(نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 460)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم نفس واحد کی طرح ہیں جو ہم سے محبت رکھتا ہے، ہماری محبت سے نفع اٹھاتا ہے اور جو ہم میں فرق کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ایسی حالت میں ملے گا کہ اس کی کوئی حجت نہ ہو گی اور کسی ایماندار کے دل میں میری محبت ان دونوں کی عداوت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ (نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 467)

ایک بار ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا آپ سب لوگوں سے بہتر ہیں آپ نے اس سے پوچھا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے پوچھا تو نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے پوچھا تو نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہوتا تو میں تجھے قتل کر ڈالتا اور اگر تو نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہوتا تو میں تجھے کوڑے مارتا۔ (نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 467)

ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا گیا کہ صحابہ نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو آپ سے کیوں مقدم کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ ہی نے ان کو مجھ سے مقدم کیا ہے پھر لوگ کیوں کر ایسا کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ظالموں کی طرف میلان نہ کرو ورنہ تم کو آگ جلائے گی حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی طرف مائل تھے، ان کی صاحبزادیوں سے نکاح فرمایا۔ اگر وہ ظالم ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بیٹیوں سے نکاح نہ

کرتے اور نہ ہی ان کی طرف میلان کرتے۔ (نور الابصار، جلد اول، صفحہ 27)

اہلِ تشیع کی گواہی:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں بعد از حمد وصلوٰۃ واضح ہو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا پس آپ کے ذریعے لوگوں کو گمراہی سے بچایا اور ہلاکت سے حفظ وامان میں رکھا اور افتراق واختلاف کے بعد جمعیت اور اتفاق بخشا اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف بلا لیا جب کہ آپ اپنا فریضہ رسالت ادا فرما چکے پھر لوگوں نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا بعد از ان انہوں نے عمر کو۔ پس انہوں نے اپنی سیرت اور کردار کو قابل ستائش رکھا اور امت کے عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کیا۔ (ابن جریر، مطبوعہ ایران، جلد 4، صفحہ 27)

ناظرین ذی احترام! جنہوں نے پوری امت کو عدل وانصاف فراہم کیا ہو وہ آلِ رسول کے ساتھ ظلم روا رکھیں یہ بات کم از کم ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں جو مجھے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہے گا تو میں اس کو اسی کوڑے لگاؤں گا۔ (تاریخ دمشق الکبیر، جلد 32، صفحہ 252، کنز العمال، جلد 13، صفحہ 14، رقم الحدیث 36152، الصواعق المحرقۃ، صفحہ 95)

قیامت کا منظر:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جانب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دوسری جانب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے ہاتھ تھام رکھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ھٰکذا البعث یوم القیامۃ یعنی ہم قیامت کے روز یوں ہی اٹھائے جائیں گے۔

(ترمذی، کتاب المناقب، رقم الحدیث 3602، ابن ماجہ، کتاب السنہ، رقم الحدیث 100، مستدرک

حاکم، کتاب تفسیر، رقم الحدیث 3732، الصواعق المحرقہ، صفحہ 111، کنز العمال، جلد 13، صفحہ 9، رقم الحدیث 36119، المقاصد الحسنہ، مترجم، صفحہ 84، نوادر الاصول، جلد 5، صفحہ 25، رقم الحدیث 1228، مجمع الزوائد، جلد 9، صفحہ 22، رقم الحدیث 14362)

تین چاند:

ام المومنین صدیقہ بنت صدیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ تین چاند میرے حجرے میں آگئے ہیں۔ میں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے جواب دیا۔ اے عائشہ بیٹی! اگر تیرا خواب سچا ہو گیا تو تیرے حجرے میں تین آدمی جو روئے زمین میں سب سے افضل ہیں دفن ہوں گے پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور ان کو میرے حجرے میں دفن کر دیا گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اے عائشہ! یہ تیرے ان چاندوں میں سب سے افضل چاند ہے اور یہ انہیں میں سے ایک ہے۔

(مستدرک حاکم، رقم الحدیث 4400، عمدۃ التحقیق، صفحہ 133)

محبوب رب عرش ہے اس سبز قبہ میں
پہلو میں جلوہ گاہ عتیق و عمر کی ہے

اہل...... جو شیخین کریمین پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے نہیں تھکتے ان کی کتاب من لایحضرہ الفقیہ مطبوعہ ایران، صفحہ 300، باب فضل تربۃ الحسین وحریم قبرہ میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے اردگرد شرقاً غرباً جنوباً شمالاً پندرہ پندرہ میل کے فاصلہ تک سارا خطۂ زمین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

اب ہمیں تعصب کی عینک اتار کر سوچنا چاہئے کہ قبر حسین رضی اللہ عنہ کا یہ مقام ہے تو قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام ہوگا اور پھر جو اس مبارک قبر کے دائیں

بائیں لیٹے ہوئے ہیں ان کی کیا شان ہوگی۔

مصطفےٰ کے جو قدموں میں لیٹے ہوئے ہیں
دونوں عالم کی دولت سمیٹے ہوئے ہیں

بغض جس کے سینے میں ہے صدیق و فاروق کا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو جہنمیوں کو اپنی بدبو آئے گی کہ اس کی وجہ سے ان پر ستر گنا عذاب بڑھ جائے گا۔ وہ پوچھیں گے یا اللہ! یہ بدبو کیسی ہے تو داروغہ جہنم کہے گا کہ یہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھنے والوں کی بدبو ہے۔ (عمدۃ التحقیق، صفحہ 141)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں حاضر ہوا کہ اس کی دونوں پنڈلیوں سے خون بہ رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض کی: یارسول اللہ! فلاں منافق کی کتیا کے پاس سے میرا گزر ہوا اس نے مجھے کاٹ لیا۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ تھوڑا سا وقت گزرا کہ ایک اور شخص حاضر بارگاہ ہوا۔ پہلے کی طرح اس کی پنڈلیوں سے بھی خون بہ رہا تھا۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کی: یارسول اللہ! فلاں منافق کی کتیا نے راہ چلتے کاٹ لیا ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور اپنے اصحاب سے فرمایا آؤ اس کتیا کو ماردیں چنانچہ سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے جب وہاں پہنچے اور اسے مارنے کا ارادہ کیا تو کتیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لیٹ گئی اور اس نے صاف فصیح زبان میں عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ماریں نہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتی ہوں۔ فرمایا تو نے ان آدمیوں کو کاٹا کیوں ہے؟ کہنے لگی: یارسول اللہ! میں جنات میں سے ہوں، مجھے حکم ہے کہ جو

شخص ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں بکواس کرے اسے کاٹ کھاؤں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا تم نے سنا نہیں یہ کتیا کیا کہتی ہے۔ کہنے لگے: ہاں یا رسول اللہ! ہم دونوں اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتے ہیں۔

(عمدۃ التحقیق، صفحہ 159)

سالم بن ابی الجعد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دے گا تو میرے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ (اصدق التصدیق، صفحہ 56)

ابن شہاب عبداللہ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ہم سے محبت اور ہماری جماعت سے ہونے کا دعویٰ کریں گے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سب سے شریر ہوں گے جو کہ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیں گے۔

(کنز العمال، جلد 13، صفحہ 6، رقم الحدیث 36098، اصدق التصدیق، صفحہ 56)

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خبر پہنچی کہ عبداللہ بن اسود حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی توہین کرتا ہے تو آپ نے اسے بلوایا۔ تلوار منگوائی اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا پھر اس کے بارے سفارش کی گئی تو آپ نے اسے تنبیہ کی کہ جس شہر میں رہوں آئندہ تو وہاں نہیں رہے گا پھر اسے ملک شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔

(کنز العمال، جلد 13، صفحہ 13، رقم الحدیث 36151، اصدق التصدیق، صفحہ 56)

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی غیبت کر رہا ہے تو آپ نے اسے طلب فرمایا اور اس شخص نے آپ کے سامنے اسی طرح حضرت

ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی برائی کی کہ شاید حضرت علی مجھ سے خوش ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تیرے بارے میں جو خبر مجھے پہنچی ہے اگر آئندہ تجھ سے وہ بات سنی یا تیرے خلاف آئندہ ایسی گواہی ثابت ہوئی تو تجھے ضرور قتل کرادوں گا۔

(اصدق التصدیق، صفحہ 57، کنز العمال، جلد 13، صفحہ 13، رقم الحدیث 36146)

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میرے خیال میں کوئی بھی ایسا شخص جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی شان میں تنقیص کرتا ہو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرتا ہوگا۔ (ترمذی، رقم الحدیث 3618)

حضرت سیّدنا زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص سیّدنا صدیق اکبر و سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی شان میں گستاخی کرتا ہے اس پر اللہ عزوجل، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ (ریاض النضرہ، جلد اول، صفحہ 59)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی موت کا وقت قریب آ گیا تو اس سے کلمہ طیبہ پڑھنے کے لئے کہا گیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس کے پڑھنے پر قادر نہیں ہوں کیونکہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتا تھا جو مجھے سیّدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو برا کہنے کی تلقین کرتے تھے۔ (شرح الصدور، مترجم مطبوعہ لاہور، صفحہ 92)

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حلب کے کچھ...... نے لاکھوں اشرفیاں اور بے شمار تحائف گورنر مدینہ کی خدمت میں رشوت کے طور پر اس مقصد کے لئے پیش کئے کہ وہ انہیں مسجد نبوی میں رات گزارنے اور روضہ مبارک میں نقب لگا کر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے مبارک جسموں کو قبر انور سے نکال کر لے جانے کی اجازت دے رشوت خور

بدکار گورنر لالچ کا شکار ہو گیا اور ان خونخوار درندوں کو مسجد نبوی میں رات بھر رہنے اور اپنا منصوبہ پورا کر لینے کی اجازت دے دی اور مسجد نبوی کے شیخ الخدام شمس الدین صواب کو حکم دے دیا کہ جس وقت رات میں ان...... کا گروہ مسجد نبی میں داخل ہونا چاہے ان کے لئے دروازہ کھول دینا۔ شمس الدین صواب کا بیان ہے کہ آدھی رات کو چالیس آدمیوں کا گروہ کدال پھاوڑے اور دوسرے کھدائی کے آلات وسامان سے مسلح ہو کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوا اور میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھ کر رونے لگا مگر اپنے مولیٰ کی شان کے قربان کہ جیسے ہی یہ مردود لوگ منبر شریف کے قریب پہنچے، ایک دم سب کے سب زمین میں دھنسنے لگے یہاں تک کہ سب زندہ درگور ہو گئے۔ دو تہائی رات گزرنے کے بعد امیر مدینہ نے مجھے طلب کر کے ان لوگوں کا حال پوچھا تو میں نے آنکھوں دیکھا ماجرا عرض کر دیا کہ وہ سب لوگ زمین میں دھنس گئے۔ امیر مدینہ نے مجھے ڈانٹ کر کہا کہ تم بالکل پاگل دیوانے ہو گئے ہو بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ پتھر کے فرش میں چالیس آدمی زمین کے اندر دھنس جائیں؟ میں نے عرض کیا کہ امیر خود چل کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ابھی تک ان لوگوں کے زمین میں دھنس جانے کا نشان باقی ہے اور ابھی تک ان کے کچھ لباس وغیرہ زمین میں دھنسے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ یہ سن کر امیر مدینہ سناٹے میں آ گیا اور کہنے لگا کہ خبردار! ہرگز ہرگز اس راز کو کسی پر ظاہر نہ کرنا ورنہ میں تلوار سے تمہارا سر اڑا دوں گا۔

(جذب القلوب، مترجم مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی، صفحہ 130، نزہۃ المجالس، جلد 2، صفحہ 465)

ناظرین محترم! بلاشبہ یہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا معجزہ ہے اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی کھلی ہوئی کرامت ہے کہ بڑی خطرناک کوششوں کے باوجود کوئی بڑے سے بڑا دشمن رسول بھی روضہ پاک کو توڑ نہ سکا۔

گستاخی کا انجام:

علامہ عبدالرحمٰن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں کہ ایک نیک شخص حج کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ اس کا بغداد شریف سے گزر ہوا۔ بغداد کے ایک زاہد کے پاس اس نے اپنا کچھ مال امانت رکھا۔ زاہد نے اس شخص سے کہا جب مدینہ پہنچو تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام عرض کر دینا کہ فلاں زاہد نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر آپ کے پہلو میں ابوبکر و عمر نہ ہوتے تو میں ہر سال آپ کی زیارت کیا کرتا۔ جب وہ زائر مدینہ شریف پہنچا، اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنا پیغام پہنچا۔ میں نے پیغام کہہ دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا اس شخص کو حاضر کرو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اسے حاضر کیا۔ آپ نے فرمایا اس کی گردن اتار دو۔ چنانچہ آپ نے گردن اتار دی۔ اس کے خون کے تین قطرے اڑ کر میرے کپڑوں پر بھی پڑے۔ میں گھبرا کر جاگا تو وہ قطرے میں نے اپنے کپڑوں پر پائے۔ جب میں بغداد شریف واپس آیا تو ایک نوجوان مجھے اسی شخص کے مشابہ ملا۔ میں نے اس سے اس شخص کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ وہ میرا والد تھا۔ اپنے گھر میں سو رہا تھا۔ ہم سب کے بیچ میں سے کوئی اسے اڑا کر لے گیا پھر اس کا پتا نہیں لگا۔ میں نے اس کو سارا ماجرا سنایا۔ وہ رویا اور حضرت سیّدنا صدیق اکبر اور حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی عداوت سے تائب ہو گیا اور میرا مال اس نے میرے حوالے کر دیا۔ (نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 466)

محمد بن سماک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک پڑوسی تھا جو حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ ایک بار میری اور

اس کی گفتگو ہوگئی یہاں تک کہ میں نے اسے کچھ کہا سنا اور اس نے مجھے کہا۔ میں غمگین ہو کر اپنے گھر واپس چلا آیا۔ پھر میں نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ سے ماجرا عرض کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لے یہ چھری اور اسے ذبح کر ڈال۔ میں نے خواب میں ہی اسے ذبح کر ڈالا۔ میں جاگا تو مجھے اس کے گھر سے چلانے کی آواز سنائی دی۔ جب صبح ہوئی تو میں نے مقام غسل میں اس کو دیکھا۔ اس کی گردن پر چھری کا نشان تھا۔ (ایضا)

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج، آل، اصحاب اور تمام متوسلین کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین

اصحابِ اربعہ

یوں تو جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان عظیم مرتبے پر فائز ہیں یعنی ان کو جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت سے ایسا عظیم الشان شرف اور سعادت حاصل ہے لیکن جو مقام ومرتبہ اور عظمت وفضیلت اصحاب اربعہ کو حاصل ہے اس میں ان کا کوئی ثانی نہیں کیونکہ یہ چاروں شرف صحابیت کے ساتھ ساتھ خلافت کی سعادت سے بھی نوازے گئے۔ ان چاروں خلفائے راشدین میں جو خصوصیات وکرامات وکمالات مشترک ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ چاروں خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے اسمائے گرامی حرف عین سے شروع ہوتے ہیں یعنی پہلے خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اصل نام عبداللہ ہے جو کہ عین سے شروع ہوتا ہے۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام بھی ''عین'' سے، خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نام بھی عین سے اور خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نام بھی عین سے ہی شروع ہوتا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خیر امتی قرنی میری امت میں میرا زمانہ بہتر ہے۔

(بخاری، مسلم، ترمذی اور مشکوٰۃ، کتاب الفتن)

اس حدیث پاک میں لفظ ہے قرنی یعنی میرا زمانہ۔ اب آیئے! اس حدیث

پاک کے آئینہ میں اصحاب اربعہ رضی اللہ عنہم کی شان وآن دیکھتے ہیں۔قرنی کا پہلا حرف ہے ''ق''۔صدیق کا آخری حرف بھی ''ق'' ہے۔قرنی کا دوسرا حرف ''ر'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آخری حرف بھی ''ر'' ہے۔قرنی کا تیسرا حرف ''ن'' عثمان کا آخری حرف بھی ''ن'' ہے،قرنی کا چوتھا حرف ''ی'' علی رضی اللہ عنہ کا آخری حرف بھی ''ی'' ہے۔گویا کہ حدیث پاک کے ایک ایک حرف سے یہ آشکار ہورہا ہے کہ خلفائے راشدین علیہم الرضوان کا زمانہ خلافت حق اور زمانہ رسالت مآب ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مولیٰ گلبن رحمت زہرا سبطین اس کی کلیاں پھول
صدیق و فاروق و عثمان و حیدر ہر ایک اس کی شاخ

سورۂ فتح کی آیت نمبر 29 آپ کے مطالعہ کی نظر کرتا ہوں:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا٘ ۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے (یعنی صحابہ کرام) کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے،سجدے میں گرتے،اللہ تعالیٰ کا فضل و رضا چاہتے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت علامہ علاؤ الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ سے مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا سے مراد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سے مراد بقیہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں۔ (تفسیر خازن، مطبوعہ پشاور، جلد 4، صفحہ 173، ریاض النضرہ، مطبوعہ نوریہ رضویہ

لاہور، جلد اول، صفحہ 39، مہر منیر، صفحہ 424)

متذکرہ آیت میں بزرگوں نے جس ترتیب کے ساتھ آیت کے اجزاء کو ترکیب کے گلدستے میں سجا کر خلفائے اربعہ کی عظمتوں کو بیان فرمایا ہے یہ برحق اور قرآنی اصول کے عین مطابق ہے۔ امام اصحاب رسول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بچپن سے جوانی اور اعلان نبوت سے وصال تک مکہ میں، مدینہ میں، غار ثور میں، پہاڑوں میں، غاروں میں، نخلستانوں میں، بیابانوں میں، لق ودق صحراؤں میں، دھوپ میں، چھاؤں میں، مدینے کے گلزاروں میں، رحمت کے آبشاروں میں، سفر میں، حضر میں، احد میں، بدر میں، غار میں، مزار میں جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہے اس لئے معہ سے مراد آپ ہی ہوسکتے ہیں۔

امام العادلین حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کافروں، بت پرستوں، توحید ورسالت کے منکروں پر حکم خداوندی کے مطابق سختی فرمائی اور عدل وانصاف کا بول بالا کر دیا۔ منافقوں کے سر قلم کر دیئے یہاں تک کہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض رکھنے والے ایک امام مسجد کی گردن اڑا دی۔ اس کے سینہ میں کینہ چھپا ہوا تھا۔ آپ نے کافروں سے زیادہ خطرناک ان کلمہ گو منافقوں کی دنیا اجاڑ دی جو بدبخت، اللہ تعالیٰ کے بے مثل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل سمجھتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو اپنے کاموں پر قیاس کرتے تھے اس لئے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ سے مراد آپ ہی کی ذات ہو سکتی ہے۔

حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ جن کی محبتوں کے چرچے زبان زد خاص وعام ہیں آپ کے حلم وحیاء کا تذکرہ تو زمین وآسمان کے کناروں تک جا پہنچا۔ جنت کے گلزاروں اور محلوں میں رہنے والی حوریں بھی آپ کے حلم وحیاء کے ترانے گاتی ہیں۔ آپ کے نرم ونازک دل ومزاج کے انداز نے چاہتوں کے گلشن کھلا دیئے اس

لئے رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ سے مراد آپ ہی ہو سکتے ہیں۔

شوہر بتول اخی رسول حضرت سیّدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم جن کی سخاوت کے چرچے چار سو ہیں، مدینے کے نخلستان و گلستان، پہاڑوں کے درمیان سے گزرنے والی اور بل کھاتی ہوئی چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیاں آپ کے جود کی گواہ ہیں جن سے روٹی کا سوال کیا جائے تو اونٹوں کی قطار عطا کر دیتے ہیں، جو ہر نماز میں جمال خداوندی کی زیارت کرنے والا ہو وہی تَرَاھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا کی حقیقی تفسیر ہو سکتا ہے۔ امام عشق ومحبت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابو بکر و عمر، عثمان و حیدر جس کے بلبل ہیں
ترا سرو سہی اس گلبن خوبی کی ڈالی ہے

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت پر سب سے زیادہ رحیم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور اللہ کے دین میں سب سے زیادہ سخت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ سچے حیاء دار عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

(ازالۃ الخفاء، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، جلد اول، صفحہ 56)

جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انا مدینة العلم و ابو بکر اساسھا ۔ میں علم کا شہر ہوں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اس کی بنیاد ہیں وعمر حیطانھا حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) اس کی دیواریں ہیں وعثمان سقفھا حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) اس کی چھت ہیں وعلی بابھا اور حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) اس کے دروازے ہیں۔ (فتاویٰ حدیثیہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، صفحہ 355، مرقاۃ، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، جلد 11، صفحہ 346، فردوس الاخبار، مطبوعہ مصر، جلد اول، صفحہ 76، رقم الحدیث 108، تاریخ دمشق الکبیر، جلد 9، صفحہ 15)

صدیق عکس حسن جمال محمد است
فاروق ظل جاہ و جلال محمد است
عثمان ضیائے شمع جمال محمد است
حیدر بہار باغ خصال محمد است

تفسیر خطیب میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سورۂ والعصر کی تلاوت کی اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کی تفسیر فرمائیں۔

جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَالْعَصْرِ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے تمہارے رب نے دن کے آخری حصہ کی قسم فرمائی ہے، اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ سے مراد ابوجہل ہے۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے مراد حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ سے مراد حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ سے مراد حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ (ریاض النضرہ، جلد اول، صفحہ 49، نورالابصار، جلد اول، صفحہ 12، نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 508)

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ○ (الکہف، 30) بے شک جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ہم ان کے اجر ضائع نہیں کرتے جن کے کام اچھے ہوں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حجۃ الوداع کے موقع پر ایک اعرابی حاضر ہوا۔ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں اونٹنی پر سوار تھے۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے صحیح مصداق کون حضرات ہیں؟ جانِ

کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اعرابی! اس آیت کے مصداق یہی حضرات صدیق وفاروق وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم ہیں جو میرے ساتھ کھڑے ہیں۔ ان کے متعلق اپنی قوم میں جا کر وضاحت کر دیجئے کہ یہ آیت انہی حضرات کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ (روح البیان، پارہ نمبر 15)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران، 200)

"اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو۔"

علامہ عبدالرحمٰن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد کہ ایمان والو! محبت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں صبر کرو اور محبت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر جمے رہو اور محبت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں لگے رہو اور محبت حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو شاید کہ اس سے تمہاری فلاح ہو جائے۔ (نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 507)

پیارے نے اصحاب نبی دے سارے پھل گلاب نبی دے
کل اصحاباں وچوں وکھرے نبی دے چارے یار

اصحاب اربعہ رضی اللہ عنہم کے لئے دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

شیخ ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے۔ انہوں نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی، مجھے مدینہ منورہ سوار کر کے لے گئے اور بلال کو آزاد کرایا۔ اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے وہ حق پر تھے، اگرچہ لوگوں کو کڑوا محسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ عثمان پر

رحم فرمائے اس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ علی المرتضیٰ پر رحم فرمائے علی جہاں بھی ہو حق ان کا ساتھی ہو۔

(نورالابصار، جلد اول، صفحہ 12، ریاض النضرہ، جلد اول، صفحہ 42، ترمذی، مطبوعہ بیروت، رقم الحدیث 3723، تاریخ الخلفاء، مطبوعہ لاہور، صفحہ 175)

اسی لئے کسی خوش عقیدہ نے کہا ہے کہ

کوئی مرسل نبی کوئی پیغمبر
نہیں ہے ساقی کوثر کا ہمسر
کوئی قطب و ولی غوث زمانہ
نہیں اصحاب سرور کے برابر

مشہور صحابی رسول حضرت سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں شب معراج جنت میں گیا، اس کے باغات اور نہروں کی سیر کر رہا تھا کہ اچانک میرے ہاتھ میں ایک پھل آیا۔ میں نے اسے پکڑا تو وہ چار ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا اور ہر ٹکڑے سے ایک حور ظاہر ہوئی۔ وہ اتنی خوبصورت تھی کہ اگر وہ اپنا ایک ناخن ظاہر کر دے تو زمین و آسمان کی ساری مخلوق فتنہ میں پڑ جائے اور اگر اپنا ہاتھ باہر نکالے تو اس کی روشنی سورج اور چاند کی روشنی پر غالب آ جائے اور اگر مسکرائے تو اس کے منہ کی خوشبو سے زمین و آسمان معطر ہو جائیں۔

میں نے ایک حور سے کہا تو کس کے لئے ہے؟ اس نے جواب دیا: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے۔ میں نے اسے کہا اپنے شوہر کے محل میں چلی جاؤ، پس وہ چلی گئی۔

دوسری حور سے میں نے دریافت کیا تو کس کے لئے ہے؟ اس نے کہا عمر

فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے ۔ میں نے کہا اپنے شوہر کے مکان میں چلی جاؤ، وہ ادھر چلی گئی۔

تیسری سے میں نے پوچھا تو اس نے جواب دیا لمختضب بدمه المقتول ظلمًا عثمان بن عفان ۔ میں اس کے لئے ہوں جو ظلماً قتل ہوگا اور اپنے ہی خون سے رنگا ہوگا وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہے۔ میں نے کہا اپنے رفیق حیات کے گھر چلی جاؤ۔

چوتھی حور سے میں نے پوچھا لمن انت؟ تو کس کے لئے ہے؟ فسکتت ثم قالت پہلے تو وہ خاموش رہی پھر بولی واللہ یارسول اللہ! اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ خلقنی علی حسن فاطمة ولقد سمای علی اسمها ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے جمال فاطمہ پر پیدا فرمایا اور میرا نام بھی انہی کے نام پر رکھا ہے۔

وان اللہ تعالیٰ زوجنی من علی بن ابی طالب قبل ان یتزوج فاطمه بالف عام ۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بن ابی طالب سے میرا نکاح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے ایک ہزار سال پہلے کیا ہے۔

(نور الابصار، جلد اول، صفحہ 13)

جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تو نے میرے صحابہ میں میری امت کے لئے برکت رکھی ہے پس ان کی برکت کو سلب نہ کرنا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سب کو متفق کر دینا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عزت دینا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو صبر عطا فرما اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو توفیق عطا فرما۔ (نزہۃ المجالس، جلد 2، صفحہ 508)

جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق سے

میرے صحابہ کا انتخاب فرمایا۔ ان کو انبیاء و رسل علیہم السلام کے علاوہ سب پر فضیلت دی اور ان سے میرے چار ساتھی منتخب کئے وہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں۔ (نورالابصار، جلد اول، صفحہ 14)

امام محمد حسین بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم انبیاء و مرسلین کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل ہیں اور پھر ان چاروں میں افضلیت کی ترتیب خلافت کی ترتیب سے ہے کہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں لہٰذا وہ سب سے افضل، ان کے بعد حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم افضل ہیں۔

(شرح السنۃ، مطبوعہ بیروت، جلد اول، صفحہ 182)

حضرت سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انبیاء و مرسلین کے سوا تمام جہانوں پر اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کو عظمت عطا فرمائی پھر ان صحابہ میں سے ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو افضلیت عطا فرمائی اور میرے تمام صحابہ کو پوری امت میں افضیلت عطا فرمائی اور میری امت کو تمام امتوں سے افضل بنایا۔

(تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، جلد 41، صفحہ 86)

حضرت سیّدنا اصبغ بن نباتہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا کہ اس امت میں جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا اس امت میں سب سے افضل حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت سیّدنا فاروق

اعظم رضی اللہ عنہ پھر حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور پھر میں (یعنی حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم)۔ (ریاض النضرہ، جلد اول، صفحہ 50)

محبت اصحاب اربعہ رضی اللہ عنہم:

جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کی محبت صرف مومن ہی کے دل میں ہوتی ہے۔ (نورالابصار، جلد اول، صفحہ 16)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابوبکر، عمر اور عثمان اور علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے محبت کرنا تم پر ایسے فرض کیا ہے جیسے نماز، روزہ اور حج کو فرض کیا ہے۔ جس نے ان میں سے کسی ایک سے بھی بغض رکھا اللہ تعالیٰ اس کی نماز، روزہ اور حج قبول نہ فرمائے گا اور اسے قبر سے اٹھا کر سیدھا دوزخ میں بھیجے گا۔ (نورالابصار، جلد اول، صفحہ 15، الصواعق المحرقہ، صفحہ 292، ریاض النضرہ، جلد اول، صفحہ 90، فردوس الاخبار، جلد اول، صفحہ 208)

مذکورہ حدیث شریف نقل کرنے کے بعد صاحب نورالابصار نے عربی کے دو تین اشعار نقل کیے ہیں جن کا ترجمہ حاضر خدمت ہے:

"اور جس نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے محبت کی اس کے لئے دائمی جنت ہے اور اس کے سائے تلے محلات میں رہے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اس کے لئے دوزخ ہے جس میں روتا رہے گا' افسوس کرے گا"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار آدمیوں کی محبت منافق کے دل میں جمع نہیں ہوسکتی اور نہ ہی مومن کے سوا کوئی ان سے محبت کرتا ہے یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے۔ (الصواعق المحرقہ، صفحہ 281)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انہیں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے مبارک ہو جس نے مجھے اپنی جان سے مقدم رکھا جس نے میری محبت میں اپنا مال قربان کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مبارک ہو جو حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے (فاروق) مبارک ہو اس کو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دین اسلام کو قوت اور غلبہ دے گا پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو ارشاد فرمایا مبارک ہو! میرے داماد کو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے میرے نور (دو صاحبزادیاں) کو جمع فرمایا وہ اپنی زندگی میں نیک بخت اور وفات میں شہید ہے' اس کا قاتل دوزخی ہے پھر حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی آمد پر فرمایا میرے بھائی اور چچا کے بیٹے کو مبارک ہو میں اور وہ ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ پھر فرمایا: اے مسلمانو! ان کی محبت صرف مومن ہی کے دل میں ہوتی ہے اور ان سے صرف منافق ہی بغض رکھتا ہے' جو ان سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا اور جو ان چاروں سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بغض کی سزا دے گا۔

(نور الابصار، جلد اول، صفحہ 17)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! میں تمہیں جناتِ عدن و نعیم کا حال نہ بتلاؤں جنہیں کبھی زوال نہیں۔ لوگوں نے کہا: ہاں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاروں خلفاء کی محبت اپنے اپنے اوپر لازم کر لو جو زمین میں سے اللہ تعالیٰ کے شاہد اور اس کی جنت کے ارکان ہیں یعنی حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کیونکہ ان کی محبت گناہوں کا کفارہ ہے جو ان

سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں۔

(نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 519)

ایک نیک شخص کا بیان ہے کہ میرا ایک پڑوسی بڑا گناہ گار تھا۔ میں اس کے پڑوس سے چلا گیا۔ جب اس کی وفات ہوئی تو میرے پاس رات کو ایک دراز قد شخص آیا۔ میں اس کی درازی قد سے ڈر گیا۔ وہ کہنے لگا میرے ساتھ فلاں کی قبر تک چل۔ میں چلا گیا۔ ہم نے اس کی قبر کھولی تو دیکھا کہ ایک سبز باغ ہے اس کے اندر ایک تخت پر ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا یہ کرامت تو نے کیسے حاصل کی؟ اس نے کہا میں ہر نماز کے بعد یہ کہا کرتا تھا اے اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے راضی ہو جا اور ان کی محبت کے صدقے میں مجھ پر رحم فرما۔ (نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 519)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت فرماتے ہیں:

جناں بنے گی محبانِ چار یار کی قبر
جو اپنے سینے میں یہ چار باغ لے کر چلے

ایک ہی دریا سے جاری ہوئی ہیں نہریں ساری:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی کہ یارسول اللہ! جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان میں روح پھونکی تو مجھے حکم دیا کہ میں جنت سے ایک سیب لاؤں۔ میں جنت سے سیب لایا اور آدم علیہ السلام کے حلق میں پانچ قطرے نچوڑے۔ پہلے قطرے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ دوسرے سے ابوبکر، تیسرے سے حضرت عمر، چوتھے سے عثمان اور پانچویں سے علی رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ (نور الابصار، جلد اول، صفحہ 11، صواعق محرقہ، صفحہ 297)

جنت کے سیبوں پر تحریر:

حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک مرتبہ جنت سے سیبوں کا ایک طبق لے کر آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس سے آپ کو محبت ہو اسے دیجئے اور طبق ڈھکا ہوا تھا۔ آپ نے ہاتھ ڈال کر ایک سیب نکال لیا۔ اس کے کنارے پر تحریر تھا: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یہ ہدیہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ہے اور اس کے ایک طرف لکھا تھا جو صدیق سے عداوت رکھے گا وہ زندیق ہے پھر آپ نے دوسرا سیب نکالا، اس کے ایک طرف لکھا تھا: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، یہ ہدیہ اللہ تعالیٰ وہاب کی طرف سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے ہے اور اس کے دوسری طرف لکھا تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھے گا وہ دوزخی ہے پھر آپ نے ایک اور سیب لیا اس کے ایک طرف بسم اللہ اور تحریر تھا اللہ تعالیٰ حنان کی طرف سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لئے ہدیہ ہے اور دوسری طرف یہ تحریر تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے گا اس کا اللہ تعالیٰ دشمن ہے۔ پھر ایک اور سیب نکالا اس کے ایک طرف بسم اللہ اور یہ لکھا تھا یہ اللہ تعالیٰ غالب کی جانب سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لئے ہدیہ ہے اور دوسری طرف لکھا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے گا وہ اللہ تعالیٰ کا دوست نہیں۔ (نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 511)

روض الفائق میں ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے نور جوہر سے پیدا فرمایا پھر اس کی طرف اپنی نظر رحمت فرمائی اور مجھے اپنے حضور میں رکھا۔ میں حیا سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور مجھ سے چار قطرے ساقط ہوئے۔ ابوبکر پہلے قطرہ سے تجھے پیدا کیا گیا۔ دوسرے سے حضرت عمر کو، تیسرے سے حضرت عثمان اور علی کا نور میرے نور سے

ہے۔(نورالابصار، جلد اول، صفحہ 13)

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو زکریا دیوبندی نے اپنی کتاب فضائل اعمال باب حکایات صحابہ صفحہ 75 پر نقل کی ہے کہ جنگ احد کے موقع پر جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انہ منی وانا منہ بے شک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں یعنی کمال اتحاد کی طرف اشارہ فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام (جو کہ پاس ہی موجود تھے) نے عرض کیا: وانا منکما میں تم دونوں سے ہوں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

تیرے چاروں ہمدم یک جان یک دل
ابوبکر فاروق عثمان علی ہے

ترتیب اصحابِ اربعہ رضی اللہ عنہم:

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے درمیان مکالمہ ہوا۔ ایک کاتب وحی ہیں اور دوسرے ترجمان القرآن ہیں۔ کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہنے لگے ما تقول فی ابی بکر۔ تم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کیا سمجھتے ہو، اس بارے میں اپنا عقیدہ بیان کرو!

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے:

رحم اللہ ابا بکر اللہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحم کرے خدا کی قسم جب وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے تو کمال کرتے تھے اور راہ حق سے بھٹک جانے سے بہت دور تھے کبھی بھی راہ حق سے بھٹکتے نہیں تھے اور ہر برائی سے دور تھے۔ ان کے کردار میں کوئی بھی بری بات موجود نہیں تھی اور بری باتوں سے لوگوں کو بھی روکتے تھے۔ اپنے دین کے بہت بڑے عارف تھے۔

ایک وہ عارف جسے ہم کہیں کہ یہ عارف ہے۔ ایک وہ عارف جسے شیخ عبدالقادر جیلانی کہیں کہ یہ عارف کامل ہے اور ایک وہ عارف جسے ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہیں کہ یہ عارف کامل ہے اور اللہ سے بڑے ڈرنے والے تھے ہر وہ گناہ جو ہلاکت میں ڈالنے والا ہو اس سے دور رہنے والے تھے۔ ان کی راتیں قیام میں گزرتی تھیں اور دن روزہ میں گزر جاتا تھا اور آخری دم تک دنیا سے بچ کر رہے۔ دنیا کو قریب نہیں پھٹکنے دیا۔ ساری زندگی عدالت کرتے رہے۔ ساری زندگی اچھائی کا حکم دیتے رہے اور ساری زندگی حق کہہ کر صبر کرتے رہے۔

ہر حال میں شکر کرتے رہے۔ جب حق کی خاطر جان رگڑنے کی ضرورت ہوتی تو صدیق اپنی جان رگڑ رگڑ کے حق کے لئے قربان کرتے تھے یعنی اپنے اوپر جبر کرتے تھے۔ حق کی خاطر اپنے آپ کو مشقتوں میں ڈالتے تھے۔ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے صحابہ میں سے جن کو فوقیت ملی وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ پرہیزگاری میں بھی پہلا نمبر ان کا ہے۔ اگر عبادت میں دیکھو تو پہلا نمبر ان کا ہے۔ نیکی میں بھی پہلا نمبر ان کا ہے۔ زہد میں بھی پہلا نمبر ان کا ہے۔ دین کے معاملات میں کفایت دیکھو تو پہلا نمبر ان کا ہے اور جو شخص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی غیبت کرے قیامت تک اس پر اللہ کی لعنتیں ہوں۔ جو سیاہ بخت آپ پر تنقیص کرے تو اس شخص پر لعنتیں ہوں اس واسطے کہ یہ اتنا عظیم انسان ہے، کسی مومن کو زیب نہیں دیتا کہ ان کے خلاف بولے۔ ان کو اللہ نے اس امت میں ہر لحاظ سے پہلا نمبر عطا فرمایا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا:

فما تقول فی عمر بن الخطاب ابن عباس رضی اللہ عنہما عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تم کیا سمجھتے ہو؟ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رحم اللہ ابا حفص ۔ ابوحفص پر اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ خدا کی قسم وہ تو

اسلام کے حلیف تھے (یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اسلام کو ضرورت پڑے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ اٹھے ہوں، اسلام کی عظمت کے لئے حلف اٹھا رکھا تھا، آخری وقت تک اسلام کا پہرہ دیا) پھر فرمایا تیموں کا ملجاء و ماویٰ تھے۔ ساری رات جاگ کر رعایا کی خدمت کرتے تھے۔ اپنی پشت پر بوریاں اٹھا کے لوگوں کو کھانا پکا کے دیتے تھے۔ ومحل الایمان جس نے ایمان کا شانہ دیکھنا ہو اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنی چاہیے۔

وہ کمزور لوگوں کی جائے پناہ ہیں، حق پرستوں کا مرکز ہیں، مخلوق کے لئے قلعہ ہیں، لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد ہیں۔ ان کا نام ہی مدد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتنے بڑے مددگار ہیں۔ ساری زندگی حق پر طلب ثواب کے لئے پہرہ دیا اور صبر کرتے رہے۔ ان کے صدقے اللہ تعالیٰ نے دین کو شان دی ہے۔ اللہ نے ان کے صدقے شہروں کو فتح کیا ہے اور انہوں نے دنیا کے کونے کونے میں اللہ کی توحید کے جھنڈے گاڑے ہیں۔ ٹیلوں پر چڑھ کے اللہ کا ذکر کیا ہے اور بستیوں میں جا کر اللہ کا ذکر کیا ہے۔ مختلف جگہوں میں جا کر اللہ کا ذکر کیا۔ مصیبتوں کے وقت مرجھانے والے نہیں ہیں پھر بھی بارعب نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے برسنے کے وقت اللہ کا شکر ادا کرتے رہتے ہیں (انسان پر دو حالتیں ہوتی ہیں، ایک خوشی کی حالت اور ایک غمی کی حالت ہے۔ اگر مصیبتیں آ جائیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رعب اور وقار ختم نہیں ہوتا اور اگر اللہ کی طرف سے خوشحالی آ جائے تو پھر بھی رب کو بھول نہیں جاتے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں) ہر وقت ہر گھڑی اللہ کا ذکر کرنے والے ہیں۔ جو بندہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں نقص نکالے، ان کے عیب نکالنے کی کوشش کرے اس پر قیامت تک اللہ کی لعنت ہو۔

کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ماتقول فی عثمان بن

عفان؟ اے ابن عباس رضی اللہ عنہما ذرا یہ بتاؤ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان کیا ہے؟
قال رحم الله ابا عمرو ۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابو عمرو یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ خدا کی قسم! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان وہ ہے جو کسی کے بیٹے کی شان نہیں ہے۔ نیکوں میں سے نیک تھے اور پرہیزگاروں میں سے افضل تھے۔ تہجد میں سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والے ہیں۔ اللہ کا ذکر کرتے وقت آنکھوں سے اتنے کثیر آنسو ٹپکتے ہیں کہ اتنے اور کسی کی آنکھوں سے نہیں ٹپکتے دن اور رات کے ہر لحظہ میں فکر کے اندر رہنے والے ہیں۔ جب بھی کہیں نیکوں کا مقابلہ کرایا جائے تو جو دوڑ کے ہر نیکی کی طرف چلے اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ نجات والے کام میں سب سے زیادہ دوڑ لگانے والے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ ہر گناہ سے دور رہنے والے، لشکر اور کنویں کے مالک پوری کائنات میں ایک ریکارڈ کا آدمی۔ جو صفت کسی انسان کو دنیا میں نہیں ملی وہ یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں کے شوہر ہیں۔ پوری تاریخ میں کوئی انسان ایسا نہیں ہے کہ جس کے نکاح میں پیغمبر کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئی ہوں اور پھر پیغمبر بھی وہ جو سارے پیغمبروں کے سردار ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں۔ ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آخری بات کرتے ہیں کہ جو بندہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو گالی دے گا وہ قیامت تک شرمندہ رہے گا۔ قیامت تک اس کو ندامت رہے گی وہ خائب وخاسر ہو جائے گا۔

کاتب وحی حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

ما تقول فی علی ابن ابی طالب؟ اے ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ ترجمان القرآن حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا رحم اللہ ابا الحسن ۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابوالحسن یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر رحم کرے۔ خدا کی قسم! وہ تو حق کا جھنڈا تھے۔ (ہر ایک صحابی کی شان کو ماننا اسلام کا وقار ہے اور کسی کے بارے میں بخل نہیں ہونا چاہئے جو شانیں ان کو دی گئی ہیں اس درجہ کے لحاظ سے ان پر یقین ہونا چاہئے)۔ اور پرہیزگاری کی نماز تھے، عقل کا محل تھے، ذہانت کا پہاڑ تھے، اندھیرے راستوں میں رات کے چلنے کی روشنی تھے اور سب سے سیدھے راستے کے علمبردار تھے۔ پہلی کتابوں میں جو کچھ اترا تھا وہ اس کے بھی عالم تھے۔ ہر وقت قرآن کی تاویل وتفسیر پڑھتے رہتے تھے۔ ہر وقت انہوں نے ہدایت کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا تھا۔ ساری زندگی ظلم سے اپنے آپ کو روکے رکھا۔ کمینگی کی راہوں سے بچ کر رہے۔ جتنے بھی ایمان لائے اور متقی ہوئے ان سب میں سے ان کو اللہ تعالیٰ نے خیر کا مرتبہ عطا فرمایا۔ قمیص اور تہبند باندھنے والوں میں سے ان کو شان عطا فرمائی ہے۔ حج کرنے والوں اور سعی کرنے والوں میں سے افضل ہیں۔ عدل کرنے والوں میں زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔ انبیاء و رسل کے بعد پوری دنیا کے خطیب اعظم ہیں۔ دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والے پرانے نمازی ہیں تو کیا بعد والوں میں ان جیسا کوئی موحد ہو سکتا ہے؟ وہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جن کو اللہ تعالیٰ نے خیر النساء کہا ہے، اس کے یہ زوج ہیں۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے والد محترم ہیں۔ میری آنکھ نے ان جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ قیامت تک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جیسا کوئی نہیں آئے گا۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر اعتراض کرے اور تنقید کرے سب وشتم کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہے اور سارے بندوں کی بھی لعنت ہے اور قیامت کے دن تک لعنت ہوتی رہے گی۔

(المعجم الکبیر، مطبوعہ بیروت، جلد 5، صفحہ 167، رقم الحدیث 10435)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے چاروں خلفاء کا تذکرہ ان کی جامع خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے کیا ہے اور پھر نہ ماننے والوں کے بارے میں ایک ایک جملہ بولا ہے۔ ترتیب اس میں وہی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی ہے۔ اور ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے چاروں مقامات پر جو سرزنش کی گئی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلاف جو بولے اس پر لعنت اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلاف جو بولے اس پر بھی لعنت ہو۔

یہ لعنت کا فتویٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سب لعنتوں سے بچا رکھا ہے۔ ہم ہر ایک کا نام لیتے ہیں تو خوش ہو کر لیتے ہیں۔ ہر ایک کی شان بیان کرتے ہیں تو خوش ہو کر بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو معیار دیا ہے جو بندہ آخری سانس تک اس معیار پر رہے اس کو سنی کہا جاتا ہے۔

جس وقت ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تقریر کر کے فارغ ہوئے تو کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے داد دی۔ آپ نے فرمایا صدقت یا ابن عباس ابن عباس رضی اللہ عنہما تم نے بالکل سچ کہا۔ ان چاروں خلفاء کی شان کو یوں بیان کرنا بڑا مشکل تھا۔ کہیں کمی کا خطرہ ہو سکتا تھا لیکن تم نے حق ادا کر دیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ انك لسان اهل بیتك اللہ نے تجھے اہل بیت کی زبان بنایا ہے۔ تم لسان اہل بیت ہو اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہر انداز میں یہ خوبیاں عطا فرمائی ہیں۔

درندے بھی احترام کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جانِ کائنات صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط دے کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس یمن کی طرف بھیجا۔ راستے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک درندہ راستہ روکے بیٹھا ہے۔ انہوں نے اس درندے سے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہا ہوں اور اس درندے کو خط دکھایا۔ اس درندے نے اٹھ کر راستہ چھوڑ دیا اور اپنی آواز میں کچھ کہا اور حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سلامتی سے گزر گئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو خط دیا اور ان کا جواب لے کر واپس آئے تو وہ درندہ پھر راستہ روکے بیٹھا تھا۔ پھر اس سے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا جواب لے کر جا رہا ہوں۔ اس درندے نے پھر اٹھ کر راستہ چھوڑ دیا اور پھر ایک آواز نکالی۔ جب حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو سارا واقعہ بیان کیا۔ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو اسے، اس نے پہلی مرتبہ کیا کہا تھا؟ عرض کی فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے کہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر، عثمان اور علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا کیا حال ہے؟ اور دوسری مرتبہ اس نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر، عثمان علی، سلمان فارسی، صہیب رومی اور بلال حبشی رضی اللہ عنہم کو میرا سلام کہہ دینا۔ (تاریخ دمشق الکبیر، جلد 5، صفحہ 364)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شیخین ادھر نثار غنی و علی ادھر
غنچہ ہے بلبلوں کا یمین و شمال گل

ابو علی مفلوج کا خواب اور اصحاب اربعہ رضی اللہ عنہم:

شیخ ابو علی مفلوج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کچھ اس طرح کی کہ وابو بکر عن یمینہ ۔ ابو بکر رضی

اللہ عنہ دائیں طرف بیٹھے تھے' وعمر عن یسارہ ۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بائیں طرف بیٹھے تھے۔

وعثمان امامه اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سامنے بیٹھے تھے' وعلی خلفه اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پیچھے بیٹھے تھے۔ اس انداز میں جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک ٹیلہ پر ان چاروں خلفاء کے درمیان بیٹھے تھے۔ درمیان میں ایک بچہ کھیل رہا تھا۔ میں نے پوچھا من ھذا ۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ بچہ کون ہے؟ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جواب دیا ھذا ابراھیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تہذیب الکمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، جلد 5، صفحہ 267)

جنتی تخت:

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن سرخ یاقوت سے بنا ہوا تخت لایا جائے گا جس کا طول بیس میل ہوگا۔ اس میں کوئی جوڑ وغیرہ نہ ہوگا۔ اس کی ترکیب اللہ کی قدرت کاملہ سے ہوگی۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس پر تشریف فرما ہوں گے پھر زرد یاقوت سے بنا ہوا ایک اور تخت لایا جائے گا جس کی شکل وصورت پہلے جیسی ہوگی۔ اس پر سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جلوہ افروز ہوں گے پھر اسی طرح کا سبز یاقوت سے بنا ہوا تخت لایا جائے گا اس پر سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ جلوہ فگن ہوں گے پھر اس کی مانند سفید یاقوت سے بنا ہوا تخت لایا جائے گا جس پر شیر خدا حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم رونق افروز ہوں گے پھر خالق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان چاروں تختوں کو اتارنے کا حکم دے گا۔ وہ عرش کے سائے میں اتریں گے پھر پر رونق موتیوں کا خیمہ ان پر لٹکایا جائے گا۔ وہ خیمہ اتنا وسیع ہوگا کہ اگر سات آسمان اور سات زمین اور ساری

مخلوق کو جمع کر دیا جائے تو اس خیمہ کے ایک کونہ میں سما جائیں پھر چار پیالے پیش کئے جائیں گے۔ ایک حضرت ابوبکر کے لئے، ایک حضرت عمر کے لئے، ایک حضرت عثمان کے لئے اور ایک حضرت علی رضی اللہ عنہم کے لئے ہوگا۔ حضرات خلفائے اربعہ علیہم الرضوان ان پیالوں سے نوش فرمائیں گے اسی لئے خالق کون و مکان نے فرمایا ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ○

وہ ایک دوسرے کے سامنے بھائیوں کی طرح تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔

(سورۂ حجر، 47)

پھر پروردگار جہنم کو حکم دے گا کہ اپنے جوش و خروش سے تمام روافض اور کفار کو باہر پھینک دے اور اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی آنکھوں سے پردے اٹھا دے گا۔

وہ کفار و روافض جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مقامات کو جنت میں دیکھیں گے اور کہیں گے ان (صحابہ کرام علیہم الرضوان کی محبت و الفت) کی وجہ سے یہ لوگ نیک بخت ہوئے ہیں اور ان سے نفاق و دشمنی کی بناء پر ہم بد بخت رہے پھر ان کو دوزخ میں واپس پھینک دیا جائے گا۔ (شفاء القلوب، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، صفحہ 59)

سرور عالم پہ جو جان فدا کرتے ہیں
سرور عالم بھی انہیں کچھ تو دیا کرتے ہیں

کشتی نوح علیہ السلام:

حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی کا کچھ حصہ بناتے تو رات کو اسے زمین کا کیڑا (دیمک) کھا جاتا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس امر کا شکوہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس پر میری مخلوق کے (نبیوں کے بعد) اکابر کے نام لکھ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا وہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ھم اصحاب

نبی محمد ابوبکر وعمر و عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنھم ۔
میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

فکتب ھم نوح علیہ السلام علیٰ جوانبھا الاربع فحفظت ۔
حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی کے چاروں کونوں پر یہ اسماء تحریر کر دیئے اور وہ کیڑے سے محفوظ ہوگئی۔

ناظرین ذی احترام! مندرجہ بالا واقعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے ناموں میں برکت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ رب اکبر جل جلالہ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے ناموں کے وسیلے سے بلائیں دور فرماتا ہے۔ مصائب کی آندھیاں چھٹ جاتی ہیں۔ یاد رہے حضرت نوح علیہ السلام سے ہزاروں سال بعد جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اور آپ کے اصحاب اس کے بعد ہوئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے ہزاروں سال پہلے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی بزموں میں اپنے محبوب اور ان کے یاران باوفا کے چرچے اور شان وشکوہ کے تذکرے فرمائے۔

قرآن حکم کی سورۂ فتح کی آیت 29 بھی اس بات کی شاہد ہے:
ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ ۔
یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی وہ صفت انجیل میں ہے۔
اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

جان و دل تیرے قدم پر وارے
کیا نصیبے ہیں تیرے یاروں کے
صدق و عدل و کرم و ہمت میں
چار سو شہرے ہیں ان چاروں کے

حق چار یار:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بعد کا متولی جنتی ہے اور جو اس کے بعد متولی ہوگا جنتی ہے اور تیسرا اور چوتھا جنتی ہے۔

(عمدۃ التحقیق فی بشائر آل صدیق، صفحہ 228، الصواعق المحرقہ، صفحہ 280)

جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حوض کے چار رکن ہیں۔ ایک رکن ابوبکر کے ہاتھ میں، دوسرا عمر کے ہاتھ میں، تیسرا عثمان کے ہاتھ اور چوتھا علی رضی اللہ عنہم کے ہاتھ ہوگا۔ جو شخص ابوبکر سے محبت کرے گا اور عمر سے بغض رکھے گا ابوبکر اسے پانی نہیں پلائے گا۔ جو عمر سے محبت کرے گا اور عثمان سے بغض رکھے گا اسے عمر پانی نہیں پلائے گا۔ جو عثمان سے محبت کرے گا اور علی سے بغض رکھے گا اسے عثمان پانی نہیں پلائے گا اور جو علی سے محبت کرے گا اور عثمان سے بغض کرے گا اسے علی پانی نہیں پلائے گا۔ جس نے ابوبکر صدیق کے ساتھ حسن ظن رکھا اس نے دین کو تھام لیا۔ جس نے عمر فاروق سے حسن ظن رکھا اس نے اپنی راہ کو روشن کرلیا۔ جس نے عثمان غنی سے حسن ظن رکھا اس نے رب العالمین کے نور سے روشنی پائی اور جس نے علی المرتضٰی کے حق میں اچھی بات کی اس نے مضبوط رسی کو پکڑ لیا۔ جس نے بری بات کی وہ منافق ہے۔ (رضی اللہ عنہم)

(تاریخ دمشق الکبیر، جلد 32، صفحہ 105، نور الابصار، جلد اول، صفحہ 16، ریاض النضرہ، جلد اول، صفحہ 96)

حضرت ابوایوب سختیانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے دین کا مینارہ کھڑا کیا۔ جس نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے راستہ واضح کیا۔ جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت کی وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے روشن ہوا اور جس نے حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم سے محبت کی اس نے مضبوط رسی کو تھاما اور جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے

میں اچھی بات کہی وہ منافقت سے بری ہو گیا۔ (کتاب الکبائر، صفحہ 406)

اصحاب اربعہ رضی اللہ عنہم اور استقبال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے تو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے استقبال کرتے ہوئے فرمایا اپنے مال کے ساتھ غمگساری کرنے والے اور دوسروں کو خود پر ترجیح دینے والے کو خوش آمدید ہو۔ پھر سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو ارشاد فرمایا حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے کو مرحبا۔ اس شخص کو خوش آمدید جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کیا اور مسلمانوں کو عزت بخشی۔ پھر سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا میرے داماد اور میری دو بیٹیوں کے شوہر کو خوش آمدید! جس میں میرا نور جمع ہوا، جو اپنی زندگی میں سعادت مند اور موت میں شہید ہے اس کے قاتل کے لئے نار جہنم کی بربادی ہے پھر سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا میرے چچازاد بھائی کو خوش آمدید۔ مجھے اور اسے ایک نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ پھر فرمایا: اے مسلمانو! ان تمام کی محبت مومن کے دل میں ہی اکٹھی ہو سکتی ہے اور منافق کے دل میں یکجا نہیں ہو سکتی۔ جو اُن کو محبوب بنالے اللہ تعالیٰ اس کو محبوب بنالیتا ہے اور جو ان سے بغض رکھے اللہ عزوجل اسے ناپسند فرماتا ہے۔ (روض الفائق، صفحہ 598)

اصحابِ اربعہ رضی اللہ عنہم اور دخول جنت کا منظر:

حضرت سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ دایاں ہاتھ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور بایاں ہاتھ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے اور حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ کی چادر مبارک کا پلو پکڑ رکھا تھا۔ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب کعبہ کی قسم! ہم پانچوں یونہی جنت میں داخل ہوں گے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ بیروت، جلد5، صفحہ 351، تاریخ دمشق الکبیر، جلد 41، صفحہ 72)

کتنے رنگیں تری محفل کے نظارے ہونگے
جب ترے پاس ترے یار پیارے ہونگے

اصحابِ اربعہ رضی اللہ عنہم اور عرشِ اعظم:

حضرت سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں یہ بتلاؤں کے عرش پر کیا لکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہیں فرمایا' عرش پر لکھا ہے:

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ ابوبکر الصدیق عمر الفاروق عثمان الشھید علی الرضا ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، ابوبکر، صدیق ہیں، عمر، فاروق ہیں، عثمان، شہید ہیں اور علی رضا ہیں۔ (تاریخ دمشق الکبیر، جلد 41، صفحہ 196)

حضرت شیخ ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک دفعہ جب میں حج کرنے گیا تو وہاں مجھے ایک آدمی ملا۔ اس نے بیان کیا کہ مجھے پیاس نہیں لگتی اور میں پانی نہیں پیتا۔ میں نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا اس کا سبب میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ پھر بتایا کہ میں اہل حلہ (ایک بستی) سے ہوں اور اس سے پہلے میری عقیدت جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے نہیں تھی۔ میں ایک رات سویا تو خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور لوگ نہایت کرب اور پریشانی

میں سرگرداں ہیں اور شدت پیاس میں مبتلا ہیں۔ مجھے بھی بے حد پیاس لگی تھی۔ لوگ ایک طرف جا رہے تھے۔ میں بھی ادھر کو چل دیا۔ آگے بڑھا تو حوض کوثر آ گیا۔ اس کے چاروں کونوں پر صحابہ کبار (اصحاب اربعہ) بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک کونے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، دوسرے پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں، تیسرے پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور چوتھے پر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ وہ لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ میں نے سوچا مجھے دوسروں سے کیا غرض، میں تو اپنے علی سے پانی پیوں گا کیونکہ میری ساری عقیدت و محبت تو انہیں سے ہے۔ جب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سامنے حاضر ہوا تو آپ نے مجھے ایک نظر دیکھا اور میری طرف سے چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیا۔ پھر میں مجبوری کی حالت میں بادل نخواستہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ نے بھی چہرۂ انور دوسری طرف پھیر لیا۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے بھی میرے ساتھ یہی سلوک کیا۔ پھر میں جب ہر طرف سے مایوس و ناکام ہو کر پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر دیکھنے لگا تو مجھے جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نظر آ گئے جو کہ اپنی امت کو حوض کوثر کی طرف بھیج رہے تھے۔ میں بھی حاضر خدمت ہو گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے سخت پیاس لگی ہوئی ہے اور مولا علی کے ہاں حاضر ہوا تھا کہ مجھے پانی پلائیں مگر انہوں نے مجھ سے اپنا چہرہ ہی پھیر لیا ہے۔ اسی طرح صدیق اکبر، فاروق اعظم اور عثمان غنی (رضی اللہ عنہم) نے بھی میری طرف توجہ نہیں کی۔ یہ سن کر جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پیارے علی تجھے پانی کیوں پلاتے جبکہ تیرے سینے میں میرے صحابہ کا بغض موجود ہے۔ اس جواب پر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں توبہ کر لوں تو پھر؟ اس گزارش پر جانِ کائنات صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اگر توبہ کرلے اور مسلمان ہو جائے تو میں تجھے حوض کوثر کا پانی پلاؤں گا جس کے بعد تو کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ تو میں نے جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دست شفقت پر توبہ کی اور اسلام قبول کیا پھر جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حوض کوثر پر لائے اور اپنے دست کرم سے مجھے جام کوثر عطا فرمایا جس سے میں سیراب ہو گیا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ بعدازاں مجھے کبھی پیاس نہیں لگی پھر میں اپنے اہل وعیال کے پاس گیا اور سب سے بیزاری ظاہر کر دی۔ سوائے ان احباب کے جنہوں نے یہ واقعہ سن کر توبہ کر لی اور اس عقیدہ سے رجوع کر لیا۔

(مصباح الظلام، مطبوعہ لاہور، صفحہ 113، شواہد الحق، مطبوعہ لاہور، صفحہ 521)

میرے بھائیو! مذکورہ بالا واقعات سے یہ ثابت ہو گیا کہ پہلے تین صحابہ کو چھوڑ کر فقط حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دعویدار ہونا جنت میں جانے کے لئے کافی نہیں۔ اگر حوض کوثر کے جام پینا چاہتے ہو، اگر قبر میں راحت چاہتے ہو، اگر جنت میں مکان چاہتے ہو تو ایک علی نہیں، جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان بالخصوص اصحابِ اربعہ سے محبت وعقیدت لازمی کر لو اور یہی عقیدہ اولیائے کرام واکابرین ملت کا ہے اور یہی صراط مستقیم ہے۔

نجومِ ہدایت

شیخ محقق برکت الہند حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ صحابی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں، صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جو ایمان کی حالت میں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی وفات بھی دین اسلام پر ہوئی۔

بعض علماء نے یہ شرط لگائی ہے کہ انہیں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل صحبت حاصل ہوئی ہو۔ آپ کی بارگاہ میں حاضری نصیب رہی ہو۔ آپ سے علم حاصل کیا ہو اور غزوات میں حاضری کا موقع ملا ہو۔ یہ تو واضح ہے کہ اس صحابی کو زیادہ فضیلت حاصل ہے جسے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں زیادہ حاضری کا موقع ملا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد میں حصہ لیا۔ بہ نسبت اس صحابی کے جسے حاضری کا زیادہ موقع نہیں ملا، نہ ہی کسی غزوہ میں آپ کے ہمراہ شریک ہوئے۔ صرف دور سے آپ کی زیارت کی۔ آپ سے گفتگو کا بھی کم موقع ملا یا بچپن میں آپ کی زیارت کی۔ اگرچہ صحابی ہونے کی فضیلت سب کو حاصل ہے، صحابہ کرام علیہم الرضوان کی فضیلت اور عدالت کے بارے میں گفتگو طویل ہے۔ اہلسنت وجماعت کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے بارے میں صرف کلمۂ خیر زبان پر لایا جائے ورنہ خاموشی اختیار کی جائے اور اگر کوئی بات اس کے خلاف منقول ہو تو اس سے چشم پوشی کرنی چاہیے، اسی

میں سلامتی ہے۔ (اشعۃ اللمعات، مترجم جلد 7، صفحہ 381، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور جو کچھ صحابہ کے بیان لڑائی جھگڑے واقع ہوئے ہیں ان کو نیک توجیہہ پر محمول کرنا چاہئے اور ہوا وتعصب سے دور سمجھنا چاہئے۔

(مکتوبات، جلد اول، صفحہ 557، مکتوب 266، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان تمام کے تمام کامل الایمان تھے اور ان مقدس شخصیات کے ذریعہ ہم تک قرآن پہنچا اور حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی انہیں کے ذریعے دور دراز ممالک میں پھیلیں بلکہ انہیں کے واسطے سے ہمیں دین وایمان ملا۔ انہیں کی پیروی ذریعہ نجات ہے۔ اللہ عزوجل نے دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی نعمت سے انہیں مشرف فرمایا۔ سفر وحضر میں، امن وجنگ میں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کو محفوظ کیا اور اپنی زندگی حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں سمو دی۔ ان مقدس اور پاک طینت ہستیوں کی شان میں قرآن مجید کی آیات اور احادیث نبویہ میں ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے جن سے چند آیات اور احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

پہلی آیت:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝

(البقرہ، 129)

''اے ہمارے رب! بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں

خوب ستھرا فرمائے۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔“

تفسیر: حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت سی دعائیں مانگیں جو رب تعالیٰ نے لفظ بلفظ قبول فرمائیں۔

(1) حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مومن جماعت میں پیدا ہوں

(2) حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں ہی پیدا ہوں

(3) حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کتاب رسول ہوں

(4) حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب کے علاوہ حکمت بھی عطا ہو یعنی حدیث شریف

(5) حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے معلم ہوں کہ سب ان سے سیکھیں۔ وہ بجز پروردگار کسی سے نہ سیکھیں

(6) حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے والے سب پاک و مومن ہوں کوئی فاسق وفاجر نہ ہو

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص صحابہ کرام علیہم الرضوان کو فاسق وفاجر کہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کی قبولیت کا منکر ہے جس خوش نصیب جماعت کو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جیسا مزکی اور پاک وصاف فرمانے والا معلم ملے وہ جماعت کیسی پاک ہوگی۔

دوسری آیت:

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○ (آل عمران، 69)

”کتابیوں کا ایک گروہ دل سے چاہتا ہے کہ کسی طرح تمہیں گمراہ کردیں اور وہ اپنے آپ کو ہی گمراہ کرتے ہیں اور انہیں شعور نہیں۔“

تفسیر: یہ آیت ان یہود کے متعلق نازل ہوئی جو حضرت سیّدنا معاذ ابن جبل، حذیفہ بن یمان اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کو یہودی بنانے کی کوشش کرتے تھے اور ان پر داؤ چلانے کی ہوس خام میں پھنسے ہوئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ایمان کی رب تعالیٰ نے گارنٹی دی ہے کہ انہیں کوئی گمراہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ رب کی امان میں ہیں لہٰذا کوئی بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرح مومن نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر ایک کا ایمان خطرے میں ہے سوائے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے۔

دو عالم نہ کیوں ہوں نثارِ صحابہ
کہ عرش منزل وقارِ صحابہ
صحابہ ہیں تاجِ رسالت کے لشکر
رسولِ خدا تاجدارِ صحابہ

تیسری آیت:

أُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَٰتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ (الانفال، 4)

”وہی سچے مسلمان ہیں ان کے لئے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی۔“

یہ تمام صفات سارے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں موجود ہیں لہٰذا وہ قرآن کی گواہی سے مومن برحق ہیں جو ان میں سے کسی کے ایمان میں شک کرے وہ اس آیت کا انکار کر رہا ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جان و دل تیرے قدموں پہ وارے
کیا نصیبے ہیں ترے یاروں کے

چوتھی آیت:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (توبہ، 117)

"بے شک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان غیب کی خبریں بتانے والے اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا۔"

مشکل گھڑی سے مراد غزوۂ تبوک ہے جسے غزوۂ عسرت بھی کہتے ہیں۔ اس جہاد میں تنگی کا یہ حال تھا کہ ایک اونٹ پر دس صحابی باری باری سوار ہوتے تھے۔ ایک کھجور پر کئی آدمی دن بھر گزارا کرتے تھے مگر وہ حضرات حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دل و جان سے ساتھ رہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دعاءِ بارش کے لئے عرض کیا۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، بارش آئی جس سے پانی کی فراوانی ہوئی۔ معلوم ہوا کہ غزوۂ تبوک والے سارے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا جنتی ہونا قطعی اور یقینی ہے' جو اس میں شک کرے وہ اس آیت کا منکر ہے:

رسالت کی منزل میں ہر ہر قدم پر
نبی کو رہا انتظارِ صحابہ

پانچویں آیت:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ

تَجۡرِیۡ تَحۡتَهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ۝

(توبہ،100)

''سبقت لے جانے والے اور پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصاراور وہ لوگ جو اخلاص کے ساتھ ان کے نقش قدم پر چلے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اور اللہ نے ان کے لئے جنت کے ایسے گلشن تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہی عظیم کامیابی ہے۔''

تفسیر: سابقین اوّلین یا وہ حضرات صحابہ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نمازیں پڑھیں یا اہل بدر یا بیعت رضوان والے۔ سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں اور مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بچوں میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم۔ اس سے معلوم ہوا کہ پرانا مسلمان ہونا بھی اچھی صفت ہے اور آڑے وقت میں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنی بڑی فضیلت کا باعث ہے۔ قیامت تک تمام وہ مسلمان جو مہاجرین وانصار کی اطاعت و پیروی کرنے والے ہیں یا باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان۔ ان سب سے اللہ راضی ہے مگر اگلے امام ہیں اور پچھلے مقتدی۔ اس آیت کریمہ اور اس کے تفسیری فوائد سے چند مسئلے ثابت ہوئے:

(1) قیامت تک وہی مسلمان حق پر ہیں جو تمام مہاجرین وانصار صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پیروکار ہیں لہٰذا روافض و خوارج باطل پر ہیں۔

(2) ہر متقی سنی مسلمان کو رضی اللہ عنہ کہہ سکتے ہیں یہ لفظ صرف صحابہ کے لئے خاص نہیں۔

(3) جب اللہ تعالیٰ صحابہ کے غلاموں سے راضی ہے تو خود صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم سے کتنا راضی ہوگا۔

(4) سارے صحابہ عادل ہیں، جنتی ہیں، ان میں کوئی گنہگار فاسق نہیں۔

(5) کوئی مسلمان صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا کہ ان کے جنتی ہونے کا وعدہ الٰہی ہو چکا ہے۔

(6) جو تاریخی واقعہ یا روایت ان میں سے کسی کا فسق ثابت کرے وہ مردود ہے کہ اس آیت کے خلاف ہے۔

خلافت، امامت، ولایت، کرامت
ہر اک فضل پر اقتدارِ صحابہ

چھٹی آیت:

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (فتح، 26)

تو اللہ نے اپنے رسول اور ایمان والوں پر اپنی تسکین نازل کر دی اور انہیں پرہیز کے کلمہ پر مستحکم کر دیا اور وہ اس کے زیادہ حق دار اور اہل تھے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

تفسیر: کہ انہوں نے سال آئندہ عمرہ کرنے پر صلح فرمائی اس سال ہی کرنے پر اصرار نہ فرمایا۔ اگر مسلمان بھی ضد کرتے تو جنگ ہو جاتی جس میں فتح مسلمانوں کو ہوتی مگر ان حکمتوں کے خلاف ہوتا جو ابھی ذکر ہوئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ تمام کے تمام مخلص مومن تھے کیونکہ یہ تسکین سب پہ اتری۔ جو کہے کہ اس جماعت میں صرف علی مومن تھے وہ ان تمام آیات کا منکر ہے۔ مگر وہ حضرات مومن نہ تھے تو پھر دنیا میں کوئی مومن نہیں۔ ہم سب ان کے صدقہ سے مومن ہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے ان

بزرگوں کو اپنے محبوب کی صحبت' قرآن کریم کی خدمت، اور دین کی حفاظت کے لئے چنا ہے۔ اگر ان میں سے کچھ بھی کمی ہوتی تو سیّد المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی کے لئے ان کا چناؤ نہ ہوتا۔ موتی ہر ڈبیہ میں نہیں رکھا جاتا اس لئے خاص قیمتی ڈبہ ہوتا ہے۔

نبی کے یاروں کے کیا ہی کہنے عظیم تر ہے مقام ان کا
فلک سے اونچا، سحر سے اجلا، قمر سے روشن ہے نام ان کا

ساتویں آیت:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا٘ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۚ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (الفتح، 29)

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے صحابہ ہیں، کافروں پر بڑے سخت اور آپس میں نرم دل ہیں۔ اے سننے والے! تو انہیں رکوع کرتے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ سجدوں کے نتیجے میں ان کے عجز وانکسار کی نشانی ان کے چہروں پر جلوہ گر ہے۔ صحابہ کی یہ صفت تورات میں ہے اور انجیل میں ان کی صفت اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اسے مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوگئی۔ پھر وہ اس حال میں اپنے تنے پر سیدھی

کھڑی ہوگئی کہ کاشتکاروں کو بھلی لگتی ہے (انہیں قوت دی) تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کے دل جلائے۔ وہ لوگ جو ان میں سے ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اللہ نے ان سے بخشش اور عظیم ثواب کا وعدہ فرمایا۔"

مندرجہ بالا آیت مبارکہ سے درج ذیل فضائل ثابت ہوئے:

(1) سارے صحابہ ہی حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں خصوصاً حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو غار اور مزار کے ساتھی ہیں۔

(2) سارے صحابہ کفار پر ایسے سخت ہیں جیسے شیر شکار پر خصوصاً حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہ ان کے سائے سے شیطان بھاگتا ہے۔

آیئے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ والی صفت کی ایک جھلک دیکھتے ہیں۔ ابورافع بدبخت نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو بہت ستایا تھا۔ غزوۂ احزاب میں قبائل کو جمع کرنے اور پھر ان کو مدینہ پر چڑھا لانے میں اس شخص کا بڑا ہاتھ تھا۔ اس سلسلہ میں تمام اخراجات اسی نے برداشت کئے تھے اور اپنی تمام صلاحیتیں مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں صرف کرتا تھا۔ کہا کرتا تھا کہ میرے پیش رو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مسلمانوں کا خاتمہ اس لئے نہیں کر سکے کہ انہوں نے صحیح منصوبہ بندی نہیں کی تھی۔ میں گرد و نواح کے تمام قبائل کو اکٹھا کر کے مدینہ پر ایسا بھرپور حملہ کروں گا کہ گزشتہ تمام کوتاہیوں کی تلافی ہو جائے گی۔

مختصر یہ کہ یہ لعین الفطرت شخص کعب بن اشرف سے کسی بھی طرح کم نہیں تھا چنانچہ قبیلہ خزرج نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمیں اس کو قتل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور حضرت عبداللہ بن عتیک (رضی اللہ عنہ) کی قیادت میں چار

افراد پر مشتمل ایک ٹیم اس کو جہنم واصل کرنے کے لئے روانہ فرمائی۔

ابورافع خیبر کے قریب اپنے ذاتی قلعے میں رہتا تھا۔قلعہ خاصہ بڑا تھا اور ابورافع نے اپنی حفاظت کی غرض سے اپنے چند دوستوں کو بھی اس قلعے میں بسا رکھا تھا۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی جب قلعے کے پاس پہنچے اس وقت سورج غروب ہونے والا تھا اور مویشی چراگاہوں سے واپس آرہے تھے۔ جب سورج ڈوب گیا اور قدرے تاریکی چھا گئی تو حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں قلعے کے دروازے پر مقررہ دربان کو باتوں میں لگا کر اندر داخل ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔

یہ ایک مشکل مرحلہ تھا۔ ہوسکتا تھا کہ دربان کو شک ہو جائے اور وہ شور مچا کر ہنگامہ کھڑا کر دے مگر اللہ عزوجل کا فضل شامل حال تھا۔ اس لئے دربان سے بات کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ اچانک بہت سے لوگ ہاتھوں میں مشعلیں لئے قلعے سے باہر نکل آئے۔ ان کی باتیں سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اندازہ لگایا کہ کوئی گدھا گم ہو گیا ہے جس کی تلاش میں یہ لوگ نکلے ہیں۔ چونکہ ان کے پاس روشنی کا خاطر خواہ انتظام تھا اس لئے ان کی نگاہوں سے بچنے کے لئے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک قریبی کھیت میں چادر اوڑھ کر بیٹھ گئے۔ گدھے کی تلاش میں جانے والوں کو گدھا ملا یا نہیں بہر حال تھوڑی دیر بعد وہ واپس آگئے اور قلعے میں چلے گئے۔ ان کے داخل ہو جانے کے بعد دربان نے ادھر ادھر نظر دوڑائی کہ کوئی شخص باہر تو نہیں رہ گیا۔ اچانک اس کی نگاہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر پڑی جو کھیت میں بیٹھے تھے۔ وہ یہی سمجھا کہ یہ آدمی انہی میں سے ہے جو گدھا ڈھونڈنے گئے تھے۔ اس سے باآواز بلند گویا ہوا۔ اواللہ کے بندے! جلد آؤ کیونکہ میں دروازہ بند کرنے لگا ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اور کیا چاہئے تھا، فوراً اٹھے اور تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے

پورے اعتماد کے ساتھ قلعے میں داخل ہو گئے۔ دربان دروازہ بند کرنے کی طرف متوجہ ہوا تو آپ ایک ایسی جگہ چھپ کر بیٹھ گئے جہاں سے دربان پر نظر رکھی جا سکے۔ دربان نے دروازہ بند کیا۔ چابیاں دیوار میں گڑی کیل کے ساتھ لٹکائیں اور چلا گیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جہاں مورچہ بند تھے وہاں سے ابورافع کا مکان بھی دکھائی دے رہا تھا۔ اس وقت اس کے ہاں احباب کی محفل جمی ہوئی تھی اور خوب روشنی ہو رہی تھی۔ رات گئے تک وہ لوگ گپ شپ لگاتے رہے اور نا ؤنوش میں مصروف رہے۔

آخر محفل برخاست ہوئی اور ابورافع کے دوست رخصت ہو کر قلعے ہی میں واقع اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے شروع سے آخر تک ان پر نگاہ رکھی اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ سب اپنے اپنے گھروں میں داخل ہو گئے ہیں تو وہ اپنی کمین گاہ سے نکل آئے۔ دربان نے چابیاں جہاں لٹکائی تھیں وہ جگہ ان کو معلوم تھی۔ اس لئے سب سے پہلے انہوں نے چابیاں اتاریں اور بیرونی دروازے کے تمام تالے کھول دیئے تاکہ اگر بھاگنا پڑ جائے تو تالے رکاوٹ نہ بن جائیں۔ اس کے بعد دبے پاؤں ابورافع کے دوستوں کے گھروں کی طرف گئے اور نہایت احتیاط سے ہر مکان کے بیرونی دروازے کو باہر سے کنڈی لگا دی تاکہ ابورافع یا اس کے گھر والے اگر شور مچائیں تو ان کی مدد کے لئے یہ لوگ فوراً نہ پہنچ سکیں۔

ان انتظامات سے فارغ ہو کر انہوں نے تلوار نیام سے نکالی اور سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ابورافع کے مکان کی بالائی منزل پر جا پہنچے۔ اس وقت چراغ بجھایا جا چکا تھا اور ابورافع سمیت تمام اہل خانہ سونے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ تاریکی کا یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ اب تک حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر کسی کی نگاہ نہیں پڑی تھی لیکن الجھن یہ پیدا ہو گئی کہ اندھیرے کی وجہ سے بہت سے اہل خانہ میں ابورافع کو پہچاننا

ممکن نہ رہا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ ابورافع کو آواز دیں اور اس کے جواب سے اس کی سمت معلوم کریں۔ یہ بہت دل گردے کا کام تھا مگر ایسی مہمات ہمیشہ دل گردے والے ہی انجام دیتے ہیں۔

انہوں نے پکارا...... اے ابورافع

ابورافع نے پوچھا...... من ھذا؟ کون ہے؟

اس کی آواز سنتے ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف تلوار چلائی مگر اندھیرے کی وجہ سے اس کو لگ نہ سکی اور اس کے پہلو سے گزر گئی۔ ابورافع نے ایک چیخ ماری اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جلدی سے مکان سے باہر نکل آئے۔ چند لمحے توقف کے بعد آپ دوبارہ داخل ہوئے اور آواز بدل کر انتہائی ہمدردانہ لہجے میں بولے:

اے ابورافع! میں نے ایک چیخ کی آواز سنی تھی یہ کیسی آواز تھی؟

ابورافع سمجھا کہ میرا کوئی دوست میری آواز سن کر صورت حال معلوم کرنے آیا ہے۔ کہنے لگا تیری ماں ہلاک ہو جائے مجھ پر ابھی کسی نے قاتلانہ حملہ کیا ہے۔ اب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس کی سمت کا صحیح اندازہ ہو گیا۔ اس لئے بھرپور وار کیا جس سے ابورافع گر پڑا اور حضرت نے اس کے سینے پر تلوار کی نوک رکھ کر اس کو اتنے زور سے دبایا کہ تلوار ریڑھ کی ہڈی توڑ کر دوسری طرف نکل گئی۔ اسی دوران گھر میں ہلچل مچ گئی اور چیخ و پکار شروع ہو گئی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ چونکہ اپنا مشن مکمل کر چکے تھے اس لئے تیزی سے بھاگے اور سیڑھیاں اترنے لگے۔ آخری سیڑھی سے ان کا پاؤں پھسل گیا اور گر پڑے جس سے ان کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ انہوں نے جلدی جلدی اس پر اپنا عمامہ لپیٹا اور شدید تکلیف کے باوجود دوڑتے ہوئے قلعے سے باہر نکل آئے۔

اگرچہ مہم چار افراد پر مشتمل تھی مگر سارا کام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تن تنہا انجام دے دیا اور ان کے ساتھی وہیں بیٹھے رہے جہاں ان کو وہ بٹھا کر گئے تھے۔ قلعے سے نکل کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے اور کہنے لگے اٹھو اٹھو! فوراً یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو اور حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سناؤ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم نے ابو رافع کو مار ڈالا ہے۔ میں اس وقت تک یہیں رکوں گا جب تک اپنے کانوں سے ابو رافع کے مرنے کا اعلان نہ سن لوں۔

چنانچہ ان کے ساتھی روانہ ہو گئے مگر اس کے بعد جلد ہی صبح ہو گئی اور قلعے کی برجی سے ابو رافع کے قتل کیے جانے کا اعلان ہونے لگا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ ابو رافع مر چکا ہے اس لئے وہ بھی اپنے ساتھیوں کے پیچھے چل پڑے اور جلد ہی ان سے جا ملے۔

ناظرین! اندازہ کیجئے ان کی قوتِ برداشت اور کفار پر سختی کا کہ ابو رافع کا قتل خیبر میں ہوا تھا اور خیبر سے مدینہ شریف کا سارا راستہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پیدل طے کیا حالانکہ ان کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی اور محض عمامے کے سہارے بندھی ہوئی تھی۔ آخر مدینہ شریف کے قریب پہنچ کر ان کی ہمت جواب دے گئی اور درد ناقابل برداشت ہو گیا چنانچہ ساتھیوں نے آپ کو اٹھایا اور حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ساری روئیداد بیان کی تو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم از حد خوش ہوئے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی افلحت الوجوہ ۔ یہ چہرے ہمیشہ کامیاب رہیں۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے زیبا پر ایک مسکراہٹ دیکھنے کے لئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک لبوں سے دعائیں لینے کے لئے ہی تو یہ عاشقانِ زار اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لئے پھرتے تھے۔

اس کے بعد اس عاشق صادق نے اپنی پنڈلی ٹوٹنے کا واقعہ بیان کیا۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹانگ سیدھی کرو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس پر لپٹا عمامہ کھولا اور ٹانگ لمبی کی۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ایسا دست مسیحائی پھیرا کہ اسی وقت ہڈی جڑ گئی اور تکلیف جاتی رہی۔ بقول حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فکانما لم اشتکھا قط ۔ گویا مجھے ٹانگ میں کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں تھی۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی رافع عبداللہ بن ابی الحقیق، رقم الحدیث 4039، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

آیئے واپس پلٹتے ہیں آیت کریمہ کے فوائد کی طرف:

(3) سارے صحابہ ایک دوسرے پر ایسے مہربان ہیں جیسے باپ بیٹے پر یا مہربان بھائی اپنے ماں جائے پر خصوصاً حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔

(4) سارے ہی صحابہ عبادت گزار، شب بیدار ہیں خصوصاً حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم۔

(5) صحابہ کرام کی عظمت بیان کرنا سنت الٰہیہ ہے اور ان کی بدگوئی طریقہ ابلیس ہے۔

(6) حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فضائل ومناقب تورات وانجیل میں بھی ذکر کیے گئے ہیں اور خصوصیت سے ان کی یہ مثال ان دونوں آسمانی کتابوں میں ذکر ہوتی تھی جو یہاں بیان ہو رہی ہے۔

(7) معلوم ہوا کہ جیسے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف تورات وانجیل میں تھی ایسے ہی آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مناقب بھی تھے۔

صحابہ وہ کہ جن کی ہر صبح عید ہوتی تھی
نبی کا قرب حاصل تھا نبی کی دید ہوتی تھی

مجھے تو ان کے مقدر پہ رشک آتا ہے
وہ لوگ کیا تھے جو حبیب کبریا سے ملے

آٹھویں آیت:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○

(حجرات،3)

"بے شک جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لئے منتخب کرلیا ہے۔ ان کے لئے بخشش اور عظیم ثواب ہے"۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دل رب تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے پرکھ لئے ہیں جو انہیں فاسق کہے وہ اس آیت کا منکر ہے۔

امتحانِ قلب اصحاب محمد لے کے رب
خوش ہوا ایسا کہ پھر ان سے رضا تک آ گیا
(ﷺ)

نویں آیت:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ○ (حجرات، 7)

"اور خوب جان لو کہ تمہارے درمیان رسول اللہ تشریف فرما ہیں اگر وہ مان لیا کریں تمہاری بات اکثر معاملات میں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ لیکن

اللہ تعالیٰ نے محبوب بنا دیا ہے تمہارے نزدیک ایمان کو اور آراستہ کر دیا ہے اسے تمہارے دلوں میں اور قابلِ نفرت بنا دیا ہے تمہارے نزدیک کفر، فسق اور نافرمانی کو۔ یہی لوگ راہِ حق پر ثابت قدم ہیں۔"

اللہ تعالیٰ بڑی وضاحت کے ساتھ ارشاد فرما رہا ہے کہ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار صحابہ کے دلوں میں ایمان کی محبت میں نے پیدا کی ہے۔ ان حضرات کو ایمان کے حسن وزیبائی پر میں نے فریفتہ کر دیا ہے۔ کفر، نافرمانی اور سرکشی سے ان کے دلوں کو میں نے متنفر کر دیا ہے۔ اس لئے شیطان کی کوئی وسوسہ انگیزی انہیں راہِ حق سے منحرف نہیں کر سکتی یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے صحابہ کے دلوں میں ایمان کو محبوب بنا دیا۔ اس کو ان کی نگاہوں میں حسین وجمیل بنا دیا۔ ان کے دلوں کو کفر اور نافرمانی سے متنفر کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا فضل فرمایا اور ان پر اپنی نعمت و احسان کی انتہا کر دی۔

بہت سادہ سا ہے اپنا اصولِ زندگی کوثر
جو ان سے بے تعلق ہو ہمارا ہو نہیں سکتا

دسویں آیت:

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ط اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ط وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ (حدید، 10)

"تم میں سے وہ لوگ برابر نہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا۔ وہ درجے میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ اور جہاد کیا اور اللہ ان سب سے جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ تمہارے ہر عمل کو خوب جانتا ہے۔"

اے مسلمانو! تم بعض صحابہ کی تنقیص نہ کرنا۔ ان کے درجے اگرچہ مختلف ہیں مگر ان سب کا جنتی ہونا بالکل یقینی ہے کیونکہ رب وعدہ فرما چکا ہے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان عادل و متقی ہیں کیونکہ سب سے رب نے جنت کا وعدہ فرمالیا۔ جنت کا وعدہ فاسق سے نہیں ہوتا۔ جو تاریخی واقعہ ان میں سے کسی کا فسق ثابت کرے وہ جھوٹا ہے۔ قرآن سچا ہے۔ دوسرا یہ کہ جو صحابہ بوقت مشکل خادم رہے ان کا بڑا درجہ ہے لہٰذا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بڑے درجے والے ہیں کیونکہ آڑے وقت کے ساتھی ہیں۔

کعبے کی زیارت کرنے سے حق دار جنت کے بنتے ہیں
بھلا ان کو ہم پھر کیا سمجھیں جو یار کے گھر میں رہتے ہیں

گیارہویں آیت:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ (حشر، 9)

''اور جنہوں نے مدینہ منورہ اور ایمان کو مہاجرین سے پہلے لازم پکڑا وہ اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے سینوں میں اس چیز کی طلب محسوس نہیں کرتے جو مہاجرین کو دی گئی اور انہیں اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود شدید محتاج ہوں۔''

بتایا جارہا ہے کہ اموالِ فئی کے حق دار صرف مہاجرین ہی نہیں بلکہ یہ لوگ بھی ہیں جن کا ذکر اس آیت میں کیا جارہا ہے اور یہ انصار ہیں جنہوں نے اسلام کی مدد اس انداز سے کی کہ اُن کا نام ہی انصار یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار پڑ گیا۔ قیامت تک وہ اسی نام سے یاد کیے جائیں گے۔ اس پاک گروہ کا ذکر مولا کریم نے جس محبت

بھرے انداز سے کیا ہے وہ انداز کتنا حسین ہے۔ دار سے مراد دارالاسلام مدینہ طیبہ ہے یعنی جو لوگ مہاجرین کی آمد سے پہلے یہاں آباد ہوئے اور ایمان کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی پختگی اور خلوص کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ جنگ یرموک میں جب اسلام کو فتح ہوئی تو لوگ زخمیوں کو پانی پلانے کے لئے میدان جنگ میں مشکیزے لے کر پہنچ گئے۔ ایک جگہ حضرت عکرمہ، کون عکرمہ؟ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ زخموں سے چور پڑا تھا۔ پانی پلانے کے لئے پیالہ آگے بڑھایا گیا تو پاس سے العطش العطش کی آواز آئی۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا مجھے رہنے دو میرے بھائی کے پاس جاؤ۔ اس کے پاس لے گئے تو کسی اور نے العطش کی صدا بلند کی۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو اور اسے پلاؤ۔ پانی پلانے والا وہاں پہنچا تو وہ جامِ شہادت سے اپنی پیاس بجھا چکا تھا اور اسی طرح دوسرا جب عکرمہ کے پاس آیا تو وہ بھی جنت الفردوس کو سدھار چکے تھے۔ (ابن کثیر، جلد 7، صفحہ 31)

یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن کی پہچان یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل بیت عظام سے اچھی عقیدت رکھے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ جس کے دل میں کسی صحابی سے عداوت ہے وہ مومن نہیں۔

نمایاں ہے اسلام کے گلستاں میں
ہر اک گل پہ رنگ بہار مدینہ

بارہویں آیت:

وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ (جمعہ، 3)

”اور وہ عظیم رسول ان میں سے کچھ دوسروں کو بھی پاک کرتے اور تعلیم دیتے ہیں جو اگلوں سے نہیں ملے اور وہی بڑا غالب عظیم حکمت والا ہے۔“

اس طرح کہ وہ لوگ صحابہ کے بعد ہوں گے یا صحابہ کے درجہ تک پہنچ نہ سکے۔ معلوم ہوا کہ کوئی غیر صحابی مؤمن خواہ کتنا ہی بڑا ولی ہو صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ وہ فیض یافتہ صحبت نہیں۔ سبحان اللہ۔ قرآن دیکھنے والا قاری، کعبہ دیکھنے والا حاجی مگر سر کی آنکھوں اور ایمان سے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور دیکھنے والا صحابی۔ اس لئے قیامت تک غوث، قطب، حاجی، قاری ہوتے رہیں گے مگر صحابی نہ ہوں گے، ان کی غلامی نصیب والوں کو ملتی ہے۔

یہ مہریں ہیں فرمان ختم الرسل کی
ہے دین خدا شاہکار صحابہ

تیرہویں آیت:

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ (منافقون، 7)

"یہ وہی ہیں جو کہتے ہیں ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ یہ بکھر جائیں۔ آسمانوں اور زمینوں کے خزانے اللہ ہی کی ملکیت ہیں مگر منافق اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔"

تفسیر: یعنی اے محبوب! میں انہیں کیسے بخشوں یہ تو آپ کے صحابہ کے دشمن ہیں اور لوگوں کو ان کی خدمتیں کرنے سے روکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا دشمن کبھی نہ بخشا جائے گا۔ صحابہ کرام کی خدمت ایمان کی سند ہے۔ منافقوں کو ابھی تک صحابہ کرام کی پختگی ایمان کا حال معلوم نہیں کہ وہ کسی طرح بھی حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے اور ان کا رزق بندوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ دست قدرت میں ہے اور رب پر متوکل ہیں۔

قرآنی آیات کے بعد چند احادیث نبویہ ذکر کی جاتی ہیں۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان رسالت سے اپنے اصحاب کے فضائل ومناقب بیان فرمائے ہیں۔

پہلی حدیث:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے ہماری زیارت کی اور جس نے ہماری زیارت کرنے والے (صحابی) کی زیارت کی۔ (مشکوٰۃ، باب مناقب صحابہ، فصل ثانی، رقم الحدیث 5997، ترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل رأالنبی، رقم الحدیث 3867، مطبوعہ بیروت)

مذکورہ حدیث شریف کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی جس نے بحالتِ ایمان مجھے دیکھا اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہوا وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا لہٰذا جو لوگ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو کر مرے وہ اس بشارت سے علیحدہ ہیں۔ یوں ہی جن لوگوں کو اخلاص سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت نصیب ہوئی ان کی خدمات میسر ہوئیں وہ بھی دوزخ سے محفوظ ہیں۔ صحابیت کے لئے ایک نظر جمالِ مصطفوی دیکھ لینا کافی ہے مگر تابعیت کے لئے صحابی کی صحبت وخدمت ضروری ہے۔ (مرأت، جلد 8، صفحہ 341، مطبوعہ لاہور)

جس مسلمان نے دیکھا انہیں اک نظر
اس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام

دوسری حدیث:

حضرت سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی نے حاضر ہو کر عرض کیا:

یارسول اللہ! وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہیں جنہیں آپ کی زیارت نصیب ہوئی اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واقعی خوشخبری ہے۔

(مسند احمد، جلد 5، رقم الحدیث 11696، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور، مشکوٰۃ، کتاب الفتن، رقم الحدیث 6271، مطبوعہ المکتبۃ التوفیقیہ مصر، کنزالعمال، جلد 11، صفحہ 244، رقم الحدیث 32497، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور، مسند الفردوس، جلد دوم، صفحہ 445، رقم الحدیث 3926، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 40، رقم الحدیث 16698، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، مسند ابی یعلیٰ، جلد 3، صفحہ 204، رقم الحدیث 3378، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، اہل تشیع کے باقر مجلسی کی بحار الانوار، جلد 22، صفحہ 306، کتاب تاریخ نبینا، مطبوعہ احیاء الکتب الاسلامیہ ایران)

تیسری حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے کہ کھانا بغیر نمک کے درست نہیں ہوتا۔ (مشکوٰۃ، کتاب الفتن، باب مناقب صحابہ، الفصل الثانی، رقم الحدیث 6000، مطبوعہ المکتبۃ التوفیقیہ مصر، شرح السنۃ، جلد 7، صفحہ 174، رقم الحدیث 3756، مرقات، جلد 11، صفحہ 161، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یعنی جیسے نمک ہوتا تو تھوڑا ہے مگر سارے کھانے کو درست کر دیتا ہے۔ ایسے ہی میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان میری امت میں ہیں تو تھوڑے مگر سب کی اصلاح انہی کے ذریعہ سے ہے۔ ریل کا پہلا ڈبہ جو انجن سے متصل ہے وہ ساری ریل کو فیض پہنچاتا ہے، انجن اسے کھینچتا ہے اور باقی سارے ڈبے وہ کھینچتا ہے۔

(مرأت، جلد 8، صفحہ 343)

نمک کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم
وہ ملیح دل آرا ہمارا نبی

ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو
نمکین حسن والا ہمارا نبی

چوتھی حدیث:

حضرت سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جب وہ بکثرت جمع ہو کر جہاد کریں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کیا تم میں کوئی ایسا شخص (صحابی) ہے جو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہو؟ پس لوگ کہیں گے کہ ہاں! تو انہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ کثیر تعداد میں جمع ہو کر جہاد کریں گے تو ان سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی صحبت پائی ہو؟ وہ جواب دیں گے۔ ہاں! تو انہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ بڑی تعداد میں اکٹھے ہو کر جہاد کریں گے' تو ان سے دریافت کیا جائے گا کہ تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جس نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صحبت سے مشرف ہونے والوں کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو؟ لوگ اثبات میں جواب دیں گے تو انہیں بھی فتح حاصل ہو جائے گی۔

(بخاری، کتاب الجہاد والسیر، رقم الحدیث 2897، ایضاً، کتاب فضائل اصحاب النبی، رقم الحدیث 3649، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور، مسلم، کتاب فضائل صحابہ، رقم الحدیث 2532، مسند احمد، جلد 5، صفحہ 22، رقم الحدیث 11056، مکتبہ رحمانیہ لاہور، شمائل بغوی، صفحہ 813، مطبوعہ کرمانوالہ بک شاپ لاہور، شرح السنۃ، جلد 7، صفحہ 175، رقم الحدیث 3757، مشکوٰۃ، باب مناقب صحابہ، رقم الحدیث 5994، مطبوعہ مکتبۃ التوفیقیہ مصر)

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ اس زمانہ

سے مراد حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کا زمانہ ہے جب مجاہدین ان صحابی کے توسل سے بارگاہِ الٰہی میں دعا کریں گے صحابہ کے بعد تابعین کے وسیلہ سے پھر تابعین کے بعد تبع تابعین کے وسیلہ سے جنگوں میں دعائیں کی جائیں گی اور فتح نصیب ہوگی۔

پانچویں حدیث:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ یہ تمہارے بہترین ہیں۔

(مشکوٰۃ، باب مناقب صحابہ، مطبوعہ مکتبۃ التوفیقیہ مصر)

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علم وعمل حاصل کیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت پائی ان کی رفعتوں اور بلندیوں کے تو کیا کہنے مگر جن کی صرف ایک نظر جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑ گئی انہیں ایمان شہودی حاصل ہوگا اور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال پر ایک نظر وہ کام کرتی ہے جو عمر بھر کے چلے، خلوتیں اور عبادتیں نہیں کر سکتے۔ کوئی ان جیسا نہیں ہوسکتا۔

کمالِ صحابہ نبی کی تمنا
جمالِ نبی ہے قرارِ صحابہ

چھٹی حدیث:

حضرت عبداللہ بن بریدہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا کوئی صحابی کسی زمین میں وفات نہیں پاتا مگر وہ قیامت کے دن ان کا پیشرو اور ان کا نور ہوگا۔

(ترمذی، کتاب المناقب، رقم الحدیث 3874، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، مشکوٰۃ،

باب مناقب صحابہ، فصل ثانی، رقم الحدیث 6001، مطبوعہ المکتبۃ التوفیقیہ مصر، شرح السنۃ، جلد 7، صفحہ 174، رقم الحدیث 3755)

جس سرزمین میں میرے کسی صحابی کی وفات و دفن ہوگا قیامت کے دن اس سرزمین کے سارے مسلمان ان کے جلو میں محشر کی طرف چلیں گے اور یہ صحابی ان سب کے لئے روشن شمع ہوں گے۔ ان کی روشنی میں سارے لوگ قبروں سے محشر تک اور محشر سے جنت تک پل صراط وغیرہ سے ہوتے ہوئے پہنچیں گے۔

(مرأت، صفحہ 344، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

امیں ہیں یہ قرآن و دین خدا کے
مدارِ ہدیٰ اعتبار صحابہ

ساتویں حدیث:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تو تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

(مشکوٰۃ، باب مناقب صحابہ، فصل ثالث، رقم الحدیث 6003، مطبوعہ المکتبۃ التوفیقیہ مصر، کشف الخفاء، جلد اول، صفحہ 147، رقم الحدیث 381، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع بیان العلم وفضلہ، جلد دوم، صفحہ 117، مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ، محلہ جنگی پشاور)

سبحان اللہ! کیسی نفیس تشبیہ ہے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ہدایت کے ستارے فرمایا اور دوسری حدیث میں اپنے اہل بیت کو کشتی نوح فرمایا' سمندر کا مسافر کشتی کا بھی حاجت مند ہوتا ہے اور ستاروں کی رہبری کا بھی کہ جہاز ستاروں کی رہنمائی پر ہی سمندر میں چلتے ہیں۔ اسی طرح امت مسلمہ اپنی ایمانی زندگی میں اہل بیت اطہار کے بھی محتاج ہیں اور صحابہ کبار کے بھی حاجت مند۔ امت کے لئے صحابہ کی اقتدا میں ہی اہتدا یعنی ہدایت ہے۔ (مرأت، جلد 8، صفحہ 345)

اہلسنّت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

آٹھویں حدیث:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ جتنا سونا خیرات کرے تو ان کے ایک مد (کلو) اور آدھے کو نہیں پہنچے گا۔

(مسلم، کتاب الفضائل الصحابہ، رقم الحدیث 2540، مشکوٰۃ، باب مناقب الصحابہ، الفصل الاول، رقم الحدیث 5992، مطبوعہ المکتبۃ التوفیقیہ مصر، بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، رقم الحدیث 3673، مطبوعہ لاہور، ترمذی، کتاب المناقب، رقم الحدیث 3870، مطبوعہ بیروت، ابوداؤد، کتاب السنہ، رقم الحدیث 4658، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، شرح السنہ، جلد 7، صفحہ 172، رقم الحدیث 3752، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ابن کثیر، جلد 4، صفحہ 525، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

یعنی میرا صحابی تقریباً سوا سیر جو خیرات کرے اور ان کے علاوہ کوئی مسلمان خواہ غوث قطب ہو یا عام مسلمان، پہاڑ جتنا سونا خیرات کرے تو اس کا سونا قرب الٰہی اور قبولیت میں صحابی کے سوا سیر کو نہیں پہنچ سکتا۔ یہی حال نماز، روزہ اور ساری عبادات کا ہے۔ جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دوسری جگہ کی نمازوں سے پچاس ہزار گنا ہے تو جنہوں نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب اور دیدار پایا ان کا کیا پوچھنا اور ان کی عبادات کا کیا کہنا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ذکر ہمیشہ خیر سے ہی کرنا چاہئے۔ کسی صحابی کو ہلکے لفظوں سے یاد نہ کرو۔ یہ حضرات وہ ہیں جنہیں رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کی صحبت کے لئے چنا۔ مہربان باپ اپنے بیٹے کو بروں کی صحبت میں نہیں رہنے دیتا تو مہربان رب نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بروں کی صحبت میں کیسے پسند کیا۔ (مرأت، جلد 8، صفحہ 335)

نویں حدیث:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا نہ کہو کیونکہ ان کا ایک لمحہ کا عمل تمہارے زندگی بھر کے عمل سے افضل ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب السنۃ، رقم الحدیث 162، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

انہیں میں ہیں بدر و احد کے مجاہد
لقب جن کا ہے جانثارِ صحابہ

دسویں حدیث:

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں (تنقید کا) نشانہ نہ بناؤ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے انہیں ایذا دی اس نے ہمیں ایذا دی اور جس نے ہمیں ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گرفت میں لے لے۔

(ترمذی، کتاب المناقب، رقم الحدیث 3871، مطبوعہ بیروت، شرح السنۃ، جلد 7، صفحہ 173، رقم الحدیث 3753، مطبوعہ بیروت، مشکوٰۃ، باب مناقب الصحابہ، فصل ثانی، رقم الحدیث 5999، مطبوعہ مصر، مسند احمد، جلد 6، صفحہ 913، رقم الحدیث 16926، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

حکیم الامت متذکرہ حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں یعنی میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بغض مجھ سے بغض ہے۔ تو اس کے برعکس صحابہ سے محبت مجھ سے محبت ہے۔ صحابہ کرام سے کسی کو ستانا درحقیقت مجھے ستانا ہے۔ امام

مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والا قتل کا مستحق ہے۔ اس کا یہ عمل عداوت رسول کی دلیل ہے۔ (مرقات، جلد 11، صفحہ 160، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اور عداوت رسول عداوت رب ہے' ایسا مردود دوزخ کا ہی مستحق ہے

گیارہویں حدیث:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ان کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو کہو لعنة الله على شركم یعنی تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔ (مشکوٰۃ، باب مناقب صحابہ، فصل ثالث، رقم الحدیث 6002، مطبوعہ مصر، ترمذی، کتاب المناقب، رقم الحدیث 3875، مطبوعہ بیروت)

اس فرمان عالی میں غیبی خبر ہے کہ آئندہ مسلمانوں میں دشمنانِ صحابہ پیدا ہوں گے اور یہ کہ ایسے دشمن خود صحابہ کے زمانہ ہی میں پیدا ہو جائیں گے چنانچہ خلافت حیدری میں عبداللہ بن سبا یہودی نے مذہب رفض ایجاد کیا اور پھیلایا غرض کہ اس حدیث میں دو غیبی خبریں ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برائی کرنے والو! صحابہ کرام تو خیر ہی خیر ہیں تم ان کو برا کہتے ہو، وہ برائی خود تمہاری طرف ہی لوٹتی ہے اور اس کا وبال تم پر ہی پڑتا ہے۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی پر لعنت کرے مگر وہ لعنت کے لائق نہ ہو تو لعنت خود اس لعنت کرنے والے پر پڑتی ہے۔ علی شر کم میں اسی جانب اشارہ ہے۔ (مرأت، جلد 8، صفحہ 344)

بارہویں حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص کتنا خوش نصیب ہے جس نے مجھے دیکھا اور وہ شخص جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ نیز فرمایا میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ جو ان کو گالی دے گا اس پر خدا کی لعنت ہے۔ (غنیۃ الطالبین، صفحہ 189، مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور)

تیرہویں حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے چن لیا ہے اور میرے لئے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چن لیا ہے۔ ان کو میرے لئے انصار اور رشتہ دار بنایا۔ آخر زمانہ میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے مرتبہ کو گھٹائے گا۔ خبردار! تم ان کے ساتھ نہ کھانا، نہ نکاح کا سلسلہ کرنا، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا، نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا۔ ایسے لوگوں پر لعنت کرنا جائز ہے۔ (غنیۃ الطالبین، صفحہ 189، مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور)

پس مرگ اے اعظمی یہ دعا ہے
بنوں میں غبارِ مزارِ مدینہ

چودہویں حدیث:

جو کسی نبی کو گالی دے اس کو قتل کیا جائے اور جو کسی صحابی کو برا کہے اس کو کوڑوں کی سزا دی جائے۔ (الصواعق المحرقہ، صفحہ 6، المقدمۃ الاولی، مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

پندرہویں حدیث:

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے علاوہ میرے صحابہ کو تمام جن وانس پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔

(الصواعق، صفحہ 301)

سولہویں حدیث:

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ میری امت کے کسی بندے کا بھلا چاہتا ہے تو اس کے دل میں میرے صحابہ کی محبت ڈال دیتا ہے۔

(الصواعق المحرقہ، صفحہ 6، المقدمۃ الاولی، مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

سترہویں حدیث:

ایک گروہ کے شیخ صدوق نے یہ حدیث پاک نقل کی ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھے گالی دے اس کو قتل کرو اور جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس نے کفر کیا۔ دوسری خبر میں ہے کہ جو میرے اصحاب کو گالی دے اس کو کوڑے لگاؤ۔

(جامع الاخبار، صفحہ 335، رقم الحدیث 923، باب 123، مطبوعہ ظفر شمیم پبلشنگ ٹرسٹ ناظم آباد کراچی)

ہیں ہدایت کے ستارے سب صحابہ بالیقیں
پیروی کی جس نے ان کی وہ ہدیٰ تک آ گیا

حضرت امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان میں جرأت و شجاعت، جود و کرم اور ستودہ اخلاق کے ایسے عمدہ صفات تھے جو گزشتہ امتوں میں سے کسی بھی امتی کو حاصل نہ تھے تو ان کے بعد والوں میں سے کوئی ایک بھی ان کے کسی مرتبہ و مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔

(جواہر البحار، جلد دوم، صفحہ 71، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

اسی لئے جمہور ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیار امت اور افاضل ملت ہیں لہٰذا بعد والے ان کے کمالات علمی و عملی میں کسی طرح بھی فوقیت و برتری نہیں لے سکتے۔

میں محمدی ہوں:

حضر خالد بن یزید رضی اللہ عنہ کی ایک ایمان افروز حکایت پر مقالہ کو اختتام کی طرف لے چلتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں مجھے ایک جزیرے میں کچھ کام تھا میں وہاں پہنچا دیکھا کہ لوگوں کا جم غفیر ایک جگہ جمع ہے۔ میں نے پوچھا یہ اجتماع کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ لوگ ایک عالم سے استفادے کے لئے جمع ہیں۔ میں بھی

وہاں بیٹھ گیا تا کہ عالم سے کوئی علمی بات سن کر اس سے فائدہ حاصل کروں۔ جب اس عالم نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا تیرا یہاں کیا کام ہے؟ تو تو امت محمدیہ میں سے ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا میں محمدی ہوں۔ اس عالم نے پوچھا کہ عالم ہو یا نہیں؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا نہ میں عالم ہوں اور نہ جاہل۔ اس عالم نے کہا کہ تیرے دین اسلام میں ہے کہ اہل جنت، جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے لیکن بول و براز نہ کریں گے۔ کیا دنیا میں اس کی مثال موجود ہے؟ حضرت سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے کہا ماں کے پیٹ میں بچہ زندہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاتا ہے لیکن بول و براز نہیں کرتا۔ وہ عالم کہنے لگا تو تو کہتا ہے کہ نہ میں عالم ہوں نہ جاہل۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ پھر اس عالم نے ایک اور سوال کیا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ اہل جنت نعمتیں کھائیں گے لیکن وہ نعمتیں کم نہ ہوں گی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ عالم نے پوچھا کیا دنیا میں اس کی مثال موجود ہے؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ایک عالم دین سے ہزاروں لوگ علم حاصل کرتے ہیں لیکن اس کا علم کم نہیں ہوتا۔ اس عالم نے کہا تو تو کہتا تھا میں نہ عالم ہوں نہ جاہل۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا ایسا ہی ہے۔ اس عالم نے تیسرا سوال کیا اور وہ یہ تھا کہ تم اپنی نماز میں پڑھتے ہو اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصّٰلِحِيْنَ۔ فرمایا ہاں۔ پھر وہ عالم اپنے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا جب مسلمان یہ کلمات کہتے ہیں تو زمین و آسمان کے صالحین میں ہر ایک کے لئے دس دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ پھر عالم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا تم مومنوں اور مومنات کی مغفرت کی دعا کرتے ہو؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ اس عالم نے کہا جب تم مغفرت کی دعا کرتے ہو تو زمین و آسمان کے تمام مومنوں کو از آدم تا قیامت دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ کیا دنیا میں اس کی مثال موجود ہے؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا

ہاں۔ وہ یہ کہ جب کوئی آدمی مجمع کثیر یا قلیل سے گزرتا ہے اور ان کو سلام کرتا ہے اور وہ سلام کا جواب دیتے ہیں تو سب کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس عالم نے کہا میں نے امت محمدیہ میں تجھ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔

(تاریخ دمشق الکبیر، جلد 18، صفحہ 222، رقم 1920، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوا صحابہ کرام علیہم الرضوان علم و عمل، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ ہوش خرد اور دانش مندی میں بھی مسلمانوں میں امتیازی مقام رکھتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی نظر میں

خلیفہ چہارم، جانشین رسول، زوج بتول، غالب علی غالب حضرت سیّدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم عام الفیل کے تیس برس بعد 13 رجب کو جمعہ کے دن خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔

(المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر مناقب حکیم ابن حزام القرشی رضی اللہ عنہ، جلد 3، صفحہ 483، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، شرح الشفاء للقاری، جلد اول، صفحہ 328، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، سیرت حلبیہ، باب تزویجہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ بنت خویلد، جلد اول، صفحہ 202، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، تحفۂ اثناء عشریہ، صفحہ 165، مطبوعہ عالمی مجلس تحفظ اسلامی کراچی، شواہد النبوۃ، صفحہ 280، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، اقتباس الانوار، صفحہ 104، مطبوعہ الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، ازالۃ الخفاء، جلد چہارم، صفحہ 406، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، نظامی بنسری، صفحہ 55، مطبوعہ زاویہ پبلشرز لاہور، مراۃ الاسرار، صفحہ 178، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، نزہۃ المجالس، جلد دوم، ص 487، مطبوعہ قادری رضوی کتب خانہ لاہور، تکریم المومنین، صفحہ 99، مطبوعہ ہند)

آپ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا ہے۔ آپ نے بچپن ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا اور حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ تربیت ہر وقت آپ کی امداد ونصرت میں لگے رہتے تھے۔ آپ مہاجرین اولین اور عشرہ مبشرہ میں بہت زیادہ ممتاز ہیں۔ جنگ بدر، احد اور خندق وغیرہ تمام اسلامی لڑائیوں میں اپنی بے پناہ شجاعت کے ساتھ لڑتے

رہے اور کفارِ عرب کے بڑے بڑے بہادر آپ کی مقدس تلوار سے خاک میں ملے۔
تاجدارِ سخاوت حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انصار و مہاجرین نے آپ کے دست حق پر بیعت کر کے آپ کو امیر المومنین منتخب کیا۔ چار برس آٹھ ماہ نو دن تک آپ مسند خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔ آخر 19 رمضان 40ھ جمعۃ المبارک کی رات کو عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی نے نماز فجر کو جاتے ہوئے آپ کی مقدس پیشانی اور نورانی چہرے پر ایسی تلوار ماری جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے اور 21 رمضان کو آپ کی شہادت ہوئی۔ آپ کے فرزند اکبر حضرت سیّدنا مولا حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (تاریخ الخلفاء، صفحہ 139، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)
بعض لوگوں کی یہ کوشش رہتی ہے کہ عوام میں کچھ ایسی باتیں پھیلائی جائیں جن کے ذریعہ وہ سمجھیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور خلفائے ثلاثہ کے درمیان اختلافات کی وسیع خلیج حائل تھی۔ ان کا باہمی کوئی رابطہ نہ تھا اور وہ ایک دوسرے کے دلی مخالف اور دشمن تھے۔ ان میں باہمی لین دین، گفتگو اور دیگر معاشرتی اور سیاسی اتحاد کی کوئی علامت نہ تھی۔ خلفائے ثلاثہ (نعوذ باللہ) اہل بیت کے سخت دشمن تھے اور انہیں ایک آنکھ دیکھنا پسند نہ کرتے تھے جبکہ یہ پروپیگنڈا ہے جو بالکل بے بنیاد ہے۔
ہم اس مقالہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وہ قدر و منزلت جو اصحاب ثلاثہ کے قلب و جگر میں تھی، بیان کرتے ہیں اور فیصلہ حاضرین پر چھوڑتے ہیں۔

حضرت علی صدیق اکبر کی نظر میں (رضی اللہ تعالیٰ عنہما):

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ایام کا ایک واقعہ محدثین نے درج کیا ہے۔ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (کہ ہم عصر کی نماز پڑھ کر مسجد نبوی سے نکلے، حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو چند روز ہی ہوئے تھے) میں نے دیکھا کہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے شہزادہ حسن

رضی اللہ عنہ کو اٹھایا ہوا تھا اور فرما رہے تھے، نبی کے شبیہ پر میرا باپ قربان (شہزادے) حضرت علی کے مشابہ نہیں ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہنس رہے تھے۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب ختم النبوۃ، رقم الحدیث 3542، جلد دوم، صفحہ 369، بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، رقم الحدیث 3750، جلد دوم، صفحہ 446، مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور)

اس روایت کو احمد بن ابی یعقوب شیعہ نے بھی لکھا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق مدینہ کے راستے میں آپ سے ملے اور کہا میری زندگی کی قسم یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں اور حضرت علی کے مشابہ نہیں۔

(تاریخ الیعقوبی، جلد دوم، صفحہ 186، مطبوعہ نفیس اکیڈمی، کراچی)

مذکورہ بالا واقعہ سے معلوم ہوا کہ ایک دوسرے کی فضیلتوں کا اقرار ان کے درمیان محبت وعقیدت کے ساتھ ہوتا تھا اور چوبیس گھنٹوں میں ان مقتدر ہستیوں کی آپس میں کئی کئی ملاقاتیں ہوتی تھیں جو رحماء بینھم کی زندہ مثال ہیں۔

دوسرا واقعہ پڑھیے۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا جب مدینہ شریف میں انتقال ہوا تو انہوں نے بوقت وصال خواہش ظاہر کی کہ میری تدفین روضۂ رسول میں ہو جائے تو بڑا اچھا ہے۔ اپنے برادرِ اصغر حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں روانہ کیا کہ روضہ شریف میں تدفین کی اجازت چاہیے۔ حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بڑی خوشی سے اجازت دے دی۔

(الاستیعاب، ترجمہ الحسن بن علی بن ابی طالب الہاشمی، جلد اول، صفحہ 440، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر (روضہ شریف) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دے دی تھی اور یہ خواہش امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض الوفات میں ظاہر کی تھی۔

(الاستیعاب، ترجمہ الحسن بن علی بن ابی طالب الہاشمی، جلد اول، صفحہ 242، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

قارئین کرام! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادے ہیں۔ متذکرہ روایت سے ان کے باہمی تعلقات کی بہتری بالکل عیاں ہے۔

ابی طالب العشاری رحمۃ الغفاری باسند روایت نقل کرتے ہیں کہ ابوخالد اصمر نے عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ عزوجل ان دونوں بزرگوں پر رحمت و سلامتی نازل فرمائے اور جو شخص ان دونوں کے حق میں ترحم و شفقت کے کلمات کہنے روا نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ اس پر رحمت ہی نہ کرے۔ (فضائل ابی بکر صدیق)

اس کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پوتے محمد رضی اللہ عنہ سے اپنے دور میں شیخین رضی اللہ عنہ کے حق میں سوال کیا گیا تو فرمایا میں تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے بھی افضل یقین کرتا ہوں اور یہ مجھ سے ان دونوں کے مقام و مرتبت کے متعلق دریافت کرتے ہو۔ (فضائل ابی بکر صدیق)

عمل صدیقی اور مشورہ علوی:

حافظ محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری متوفی 664ھ نے ابن سمان کے حوالہ سے ایک واقعہ درج کیا ہے کہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے قتال کے بارے میں دیگر صحاب کرام علیہم الرضوان سے مشورہ کرنے کے بعد سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے رائے لینے کے لئے سوال کیا کہ اے ابوالحسن! آپ اس کے

متعلق کیا کہتے ہیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جواب دیا کہ جو کچھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصول فرمایا کرتے تھے اس سے آپ اگر کچھ بھی چھوڑ دیں تو آپ نے پیغمبر خدا کے خلاف کر ڈالا۔ یہ سن کر سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے چونکہ یہ مشورہ دیا ہے تو اگر ہم سے وہ اونٹ کی ایک رسی بھی روک رکھیں گے تو میں ان سے ضرور قتال اور جنگ کروں گا۔ (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ، فی ذکر امیر المومنین علی ابن ابی طالب، جلد اول، صفحہ 465، مطبوعہ موسسۃ دار الکتاب الاسلامی قم ایران)

دوسرا واقعہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میرے والد گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مقام ذی القصہ کی طرف اپنی سواری پر سوار ہو کر ننگی تلوار لے کر نکلے تو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف لے آئے اور اس سواری کی باگ تھام کر فرمانے لگے اے رسولِ خدا کے خلیفہ! آپ بہ نفسِ نفیس کہاں تشریف لے جاتے ہیں؟ اب میں آپ کو وہی بات کہتا ہوں جو احد کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمائی تھی۔ آپ اپنی تلوار نیام میں کیجئے اور اپنی ذات کے متعلق ہمیں پریشانی میں نہ ڈالیے۔ پس اللہ کی قسم! اگر ہم آپ کی ذات کے حق میں کوئی مصیبت پہنچائے گئے تو آپ کے بعد اسلام کا یہ نظام درست نہ رہ سکے گا۔ پس یہ مشورہ قبول کرتے ہوئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود واپس تشریف لائے اور لشکر کو روانہ کر دیا۔ (ریاض النضرہ، جلد اول، صفحہ 128، مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلشنگ، لاہور، الصواعق المحرقہ، صفحہ 93، مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلشنگ، لاہور)

ابن قتیبہ دینوری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 276ھ لکھتے ہیں امام محمد باقر (رضی اللہ عنہ) کی اولاد اپنی زوجہ محترمہ اُمّ فروہؓ سے جعفر اور عبداللہ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئی اور اُمّ فروہؓ کے والد قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق ہیں اور فروہؓ کی ماں عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق کی بیٹی اسماء ہے۔ (المعارف تحت اخبار علی بن ابی طالب)

خاندان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خاندان علی المرتضیٰ سے اس رشتہ داری کا ذکر شیعہ علماء نے بھی کیا ہے چنانچہ علی بن عیسیٰ اربلی نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھا ہے:

وامه اُمّ فروة واسمها قريبة بنت القاسم بن محمد بن ابی بكر الصديق وامها اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بكر صديق ولذالك قال جعفر عليه السلام ولقد ولدنی ابوبكر مرتين ولد عام الجحاف سنة ثمانين ومات سنة ثمان واربعين ومائة۔

آپ کی والدہ کی کنیت اُمّ فرویٰ ہے اور ان کا نام قریبہ لکھا ہے۔ اُمّ فرویٰ ابوبکر کے پوتے قاسم بن محمد بن ابوبکر کی بیٹی ہے اور اُمّ فرویٰ کی ماں ابوبکر کی پوتی ہے، اس کا نام اسماء دختر عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہے یعنی اُمّ فرویٰ عبدالرحمٰن بن ابوبکر کی نواسی ہیں۔

(کشف الغمہ فی فضائل الامام ابی عبداللہ الصادق علیہ السلام، جلد دوم، صفحہ 161، مطبوعہ تبریز)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی سے صرف دوستانہ یا مشورے کی حد تک تعلق نہ تھا بلکہ آپس میں قریبی رشتہ داریاں بھی تھیں۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی شادی صدیق اکبر کی پڑپوتی سے ہوئی جن کے طیب وطاہر بطن سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ اگر آپ پاک ہیں تو پھر آپ کی والدہ بھی پاک ہیں۔

حضرت علی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نظر میں:

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ اور احمد بن عبداللہ الطبری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

کا ذکر ہوا تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں۔ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حکم لائے تھے کہ اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ان سے نکاح کر دیں۔

(ابن عساکر، ترجمہ امیر المومنین علی بن ابی طالب، جلد 45، صفحہ 92، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ریاض النضرہ، جلد سوم، صفحہ 126، مطبوعہ نوریہ رضویہ لاہور)

شیخ جعفر طوسی شیعہ لکھتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ عمر بن الخطاب کہتے تھے کہ بنی ہاشم کی عیادت یعنی بیمار پرسی کرنا سنت ہے اور ان کی ملاقات کرنا کارِ خیر ہے۔

(امالی شیخ طوسی، صفحہ 345، مطبوعہ قم ایران)

شیخ صدوق شیعہ لکھتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ کیا مومنوں کے متعلق میں زیادہ حق دار نہیں ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ بلاشک ہیں۔ تو پھر فرمایا **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** کہ جس کا میں دوست ہوں علی المرتضٰی بھی اس کے دوست ہیں۔ یہ فرمان نبوت سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے شاد باش خوش رہیئے کہ آپ ہمارے اور ہر مسلمان کے محبوب ٹھہرے۔ (امالی شیخ صدوق، صفحہ 3 المجلس الاول، مطبوعہ ذوی القربیٰ قم ایران)

حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ادب واحترام کا ایک واقعہ فریقین کی کتب معتبرہ میں موجود ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں ایک شخص توہین آمیز جملے کہنے لگا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو صاحب قبر یعنی نبی کریم بن عبداللہ بن عبدالمطلب کو جانتا ہے؟ علی بن ابی طالب بھی عبدالمطلب کے پوتے ہیں۔ پس علی بن ابی طالب کو

کلماتِ خیر کے بغیر یاد نہ کرنا۔ اگر تو نے علی کو اذیت و تکلیف پہنچائی تو گویا تو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک میں ایذا پہنچائی۔

(فضائل صحابہ، امام احمد، جلد دوم، صفحہ 795، رقم الحدیث 1089، مطبوعہ دار ابن جوزی، عرب شریف، ریاض النضرۃ فی مناقب امیر المومنین علی بن ابی طالب، ذکر اختصاص ان من آذاہ، جلد سوم، صفحہ 106، مطبوعہ نوریہ رضویہ لاہور، شفاء السقام، صفحہ 257، مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور، امالی شیخ صدوق المجلس حادی والستون، صفحہ 299، ذوی القربیٰ، مطبوعہ قم ایران، امالی شیخ طوسی المجلس الخامس، صفحہ 330، مطبوعہ ذوی القربیٰ، قم ایران)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گھر:

زین الدین محمد بن علی شہر آشوب شیعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زبانی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے مقام منزلت کے متعلق دریافت کیا تو عمر بن خطاب نے فرمایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ہے۔ یہ ساتھ حضرت علی کا گھر ہے اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کا گھر ہے یعنی قرب مکانی سے قرب مقام و مرتبہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔

(مناقب آل ابی طالب، فی الاختصاص، جلد دوم، صفحہ 249، مطبوعہ انتشارات ذوی القربیٰ ایران)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **لو لا علی لهلك عمر**۔ بعض اوقات سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر علی (رضی اللہ عنہ) نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

(الاستیعاب، علی بن ابی طالب الہاشمی، جلد سوم، صفحہ 206، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

كان عمر يتعوذ بالله من معضلة ليس فيها ابو الحسن۔ ایسے مشکل معاملہ میں جہاں علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) نہ ہوں عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ)

اللہ کی طرف پناہ چاہتا ہے۔

(طبقات الکبریٰ، تذکرہ علی من کان یفتی، جلد دوم، صفحہ 421، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

ان عمر قال لا ابقانی اللہ بعدك یاعلی ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے علی! آپ کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ باقی نہ رکھے۔ (مناقب آل ابی طالب، فی ذکر قضایاہ علیہ السلام فی عہد عمر، جلد دوم، صفحہ 401، مطبوعہ انتشارات ذوی القربیٰ ایران)

خلیفہ ثانی، تاجدار عدالت حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے یہ مختلف اقوال جو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قدردانی اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے موقع بموقع فرمائے ہیں کیا ان سے روزِ روشن کی طرح محبت اور پیار نہیں چھلکتا؟ یا نفرت ٹپکتی ہے؟ فیصلہ قارئین پر رہا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہمارے بہترین قاضی ہیں۔

(بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ ما ننسخ من آیۃ، جلد دوم، صفحہ 44، رقم الحدیث، 4481، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور، طبقات الکبریٰ، باب من کان یفتی بالمدینہ، جلد دوم، صفحہ 421، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہمارے بہترین قاضی ہیں۔

(طبقات الکبریٰ، جلد دوم، صفحہ 420، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت سیّدنا عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہمارے بہترین قاضی ہیں۔

(طبقات الکبریٰ، جلد دوم، صفحہ 421، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سیّدنا فاروق اعظم

رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہمارے بہترین قاضی ہیں۔

(الاستیعاب، علی بن ابی طالب الہاشمی، جلد سوم، صفحہ 207، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان تمام روایات کا مفہوم یہ ہے کہ تاجدارِ شجاعت حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم قوم کے بہترین قاضی ہیں۔

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اس وقت انہوں نے سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا کہ آپ لوگوں کے تنازعات کے فیصلے کیجئے اور جنگی امور سے آپ علیحدگی اختیار کرلیں۔

(مناقب امیر المومنین عمر بن الخطاب ابن جوزی الباب الثالث والثلاثون فی ذکر اہتمامہ برعیتہ ولاحظہ لھم، صفحہ 60، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ 13 ہجری جمادی الاخریٰ میں سے آٹھ یوم باقی تھے، منگل کے دن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور مدینہ طیبہ کا قاضی انہوں نے حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو متعین فرمایا۔

(البدایہ والنہایہ، ہجری 13 میں پیش آنے والے اہم واقعات، جلد 7، صفحہ 53، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

ان روایات کا خلاصہ:

جس طرح فاروقی دورِ حکومت میں دیگر قاضی و مفتی کام کر رہے تھے وہاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بہترین قاضی تھے اور عہدۂ قضاء و افتاء میں ان کا خاص مقام تھا اور حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کو اس شعبہ قضاء و افتاء کے ساتھ ایک مناسبت قائم تھی۔ وہ یہ کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں کلمات دعائیہ فرمائے تھے۔ یمن کی طرف روانہ کرتے وقت ان کے لئے فرمایا: **اللھم ثبت لسانہ واھد قلبہ** یعنی اے اللہ عزوجل ان کی زبان کو ثابت رکھنا اور ان کے دل کو ہدایت دینا۔

(البدایہ والنہایہ، جلد 5، صفحہ 161، مطبوعہ دار الاشاعت، کراچی)

ناصحانہ انداز:

اہل تشیع کے تین علماء نے ذکر کیا ہے کہ ایک بار حضرت سیّدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ گفتگو فرماتے ہوئے ان کو تین نصیحتیں فرمائی تھیں یعنی مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین چیزیں ہیں اگر آپ ان کو محفوظ کرلیں اور ان پر عمل کریں تو یہ آپ کے لئے دیگر اشیاء سے کفایت کریں گی اور چیزوں کی حاجت نہ رہے گی اور اگر آپ ان کو ترک کردیں گے تو ان کے سوا آپ کو کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ اس وقت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیجئے وہ کیا چیزیں ہیں؟ تو مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک تو قریب وبعید سب لوگوں پر اللہ کی حدود وقوانین جاری کیجئے، دوسرا یہ کہ کتاب اللہ کے موافق رضامندی اور ناراضگی دونوں حالتوں میں یکساں حکم لگایئے! تیسرا یہ کہ سیاہ وسفید ہر قسم کے آدمیوں میں حق وانصاف کے ساتھ تقسیم کیجئے۔ یہ کلام سننے کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ آپ نے مختصر کلام کیا مگر ابلاغ وتبلیغ کا حق ادا کردیا۔

(مناقب آل ابی طالب، فی المسابقۃ بالجزم وترک المداہنۃ، جلد دوم، صفحہ 167، مطبوعہ انتشارات ذوی القربیٰ ایران، تہذیب الاحکام، کتاب القضایا والاحکام، باب آداب الحکام، جلد 6، صفحہ 227، مطبوعہ احیاء الکتب الاسلامیہ قم ایران)

مشورۂ علوی اور عمل فاروقی:

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اہل شام سے کچھ لوگ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہنے لگے کہ ہمیں بہت سا مال اور گھوڑے اور غلام دستیاب ہوئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے زکوٰۃ ادا کریں جس سے مال پاک ہوتا ہے۔ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا

مجھ سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایسی صورت میں جو حکم دیتے تھے اس کے موافق حکم دیا جائے گا۔ تاجدارِ عدالت حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کے لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے رائے دی ان اموال سے (وقتی طور پر) صدقہ ادا کردیں تو اچھا ہے بشرطیکہ آپ کے بعد ان پر سالانہ ٹیکس کے طور پر لازم نہ کردیا جائے۔

(مسند احمد، جلد اول، صفحہ 112، رقم الحدیث 82، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، لاہور، سنن دار قطنی، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی اخراج الصدقۃ وبیان قسمتھا، جلد 5، صفحہ 330، رقم الحدیث 2039، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور، طحاوی شریف، کتاب الزکوۃ، باب الخیل، جلد دوم، صفحہ 252، رقم الحدیث 670، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

ایک شخص (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاضی) یعلیٰ نامی کے پاس آکر کہنے لگا کہ یہ آدمی میرے بھائی کا قاتل ہے۔ قاضی صاحب نے اس شخص کو مدعی کے حوالے کردیا۔ مدعی نے اس آدمی کو تلوار سے وار کرکے کاٹ ڈالا اور خیال کیا کہ اب یہ قتل ہو چکا ہے۔ اس کے آخری سانس تھے۔ مجروح کو اس کے وارثوں نے اٹھالیا۔ علاج ومعالجہ کیا، وہ ٹھیک ہوگیا۔ پھر مدعی نے قاضی یعلیٰ کے پاس آکر دعویٰ کردیا کہ یہ میرے بھائی کا قاتل ہے۔ تو قاضی صاحب نے جواب دیا کہ میں نے اس کو تیرے حوالہ نہیں کردیا تھا؟ اس نے کہا کہ میں نے وار کئے لیکن یہ علاج سے پھر درست ہوگیا ہے تو قاضی یعلیٰ نے مدعا علیہ کو بلایا۔ اس کے بازو کٹ چکے تھے۔ قاضی یعلیٰ نے اس کے زخم شمار کئے جو اس کے مدعی کے وار کرنے سے ہوئے تھے۔ ان پر شرعاً دیت اور تاوان ادا کرنا لازم ہوتا تھا۔ قاضی نے کہا کہ تیرے لئے دو صورتیں ہیں۔ یا تو ان زخموں کے عوضانہ تو اس مجروح کو تاوان ادا کردے اور پھر اسے قتل کرلے یا پھر اس کو بالکل چھوڑ دے کیونکہ تو اسے اپنے خیال میں قتل کرچکا تھا لیکن یہ قدرۃً بچ گیا۔ اس

کے بعد اس مدعی نے حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر یہ واقعہ بیان کر کے قاضی مذکور کی شکایت کی تو حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قاضی یعلیٰ کو بلایا۔ وہ حاضر ہوئے تو فیصلہ کی تفصیلات انہوں نے دہرائیں۔ اس وقت حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بابِ مدینۃ العلم حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے قاضی یعلیٰ کے فیصلے کی موافقت کی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں بزرگوں نے اس فیصلہ پر اتفاق کرتے ہوئے درست قرار دیا کہ اگر ان زخموں کا تاوان ادا کرے تو پھر قاتلانہ وار کر سکتا ہے ورنہ اس کو چھوڑ دے۔ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قاضی یعلیٰ کو ان کے صحیح فیصلہ کی بناء پر بدستور قاضی مقرر رکھا۔

(مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یدفق علیہ، جلد 9، صفحہ 432، رقم الحدیث 17910، مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

یہ عورت مجبور ہے:

حضرت عبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت تاجدارِ عدالت حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں یہ مقدمہ لے کر حاضر ہوئی کہ میں شدید پیاس کی وجہ سے ایک چرواہے کے پاس گئی۔ پانی طلب کیا۔ اس نے پانی دینے سے انکار کیا مگر اس صورت میں کہ وہ عورت اس کے ساتھ بدفعلی کرے گی تب پانی ملے گا۔ عورت نے مجبور ہو کر یہ فعل کرنے دیا۔ اس مسئلہ کے لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مشورہ طلب کیا۔ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے رائے دی کہ یہ عورت مجبور ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ پس حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے

باب مدینۃ العلم حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا مشورہ قبول کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا۔

(سنن الکبریٰ، بیہقی، کتاب الحدود، باب من وقع علی ذات، جلد 8، صفحہ 411، رقم الحدیث 17050، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کی گردن اڑا دیں:

اس قسم کا ایک واقعہ اہل تشیع کے علماء نے بھی اپنی کتب میں درج کیا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں ایک مرد نے دوسرے مرد کے ساتھ بدفعلی کی۔ ایک فرار ہو گیا، دوسرا گرفتار ہوا اور حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے حاضر لوگوں سے اس کی سزا دریافت کی۔ بعض نے کہا کہ اس طرح کریں۔ دوسروں نے کہا اس طرح سزا دیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: اے ابو الحسن! آپ کی کیا رائے ہے؟ سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے کہا کہ اس کی گردن اُڑا دیں۔ گردن ماردی گئی۔ لاش اٹھانے لگے تو علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے کہا ٹھہریئے ابھی کچھ سزا باقی ہے۔ عمر بن خطاب نے دریافت کیا وہ کیا ہے؟ باب مدینۃ العلم سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے کہا اس کو جلانے کے لئے لکڑیاں منگائیے۔ پھر حکم دیا کہ اس کو جلا دو۔ چنانچہ وہ جلا دیا گیا۔

(فروع کافی کتاب الحدود، باب الحد فی اللحق، جلد 7، صفحہ 200، رقم 3329، مطبوعہ مؤسسۃ احیاء الکتب الاسلامیہ ایران، الاستبصار، کتاب الحدود، باب کیفیۃ اقامۃ الشہادۃ علی الرجم، جلد 4، صفحہ 219، رقم 5232، مطبوعہ مؤسسۃ احیاء الکتب الاسلامیہ ایران)

ابن دبرہ کہتے ہیں کہ مجھے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچا تو ان کے پاس عثمان بن عفان، عبدالرحمٰن بن عوف، علی

بن ابی طالب، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں موجود تھے۔ میں نے حاضر ہو کر کہا کہ مجھے خالد بن ولید نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ وہ سلام کہتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ لوگ شراب خوری میں منہمک ہو رہے ہیں۔ موجودہ سزا کو معمولی سمجھنے لگے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حالات سن کر فرمایا کہ یہ حضرات (عثمان، عبدالرحمٰن، علی، طلحہ، زبیر) تیرے سامنے موجود ہیں، ان سے دریافت کر لے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ انسان جس وقت شراب پی کر بدمست ہو جاتا ہے تو بکواس بکتا ہے، بکواس بکنے کی حالت میں لوگوں پر بہتان تراشی کرتا ہے اور بہتان باندھنے کی سزا اسی درے لگانا ہے۔ لہٰذا شراب خور کی سزا بھی اسی درے مقرر کرنی چاہیے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شراب پینے والے کی سزا اسی درے ٹھہرا دی۔ پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہی سزا دی اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بعد میں شراب خوری کی حد یہی مقرر رکھی۔

(مستدرک علی الصحیحین، کتاب الحدود، باب مشاورۃ الصحابۃ فی باب حد الخمر، جلد 4، صفحہ 375، دارالکتاب العربی بیروت، موطا امام مالک، کتاب الاشربہ، باب الحد فی الخمر، صفحہ 732، رقم الحدیث 2، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور، طحاوی شریف باحد الخمر، جلد سوم، صفحہ 282، رقم الحدیث 635، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

یاد رہے کہ شیعہ علماء نے بھی اس حکم کو بیان کیا ہے۔ یعقوب کلینی لکھتے ہیں کہ شراب کی سزا کو لوگ بڑھاتے رہے حتیٰ کہ اسی درے تک پہنچی۔ اسی درے کی سزا کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا تھا۔ انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔

(فروع کافی، کتاب الحدود، باب ما یجب فیہ الحد فی الشراب، جلد 7، صفحہ 214، رقم 3397، مطبوعہ موسسۃ الاحیاء الکتب الاسلامیہ ایران)

سبق:

(1) تاجدارِ عدالت حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور باب مدینۃ العلم حضرت سیّدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کے درمیان علمی گفتگو ہو رہی تھی، ایک دوسرے کے حق میں ناصحانہ کلمات اور خیر خواہی کے جملے کہتے تھے۔

(2) حل مسائل کے لئے بعض اوقات آپس میں مشاورت ہوتی تھی۔ پھر طے شدہ تجاویز پر عمل درآمد ہوتا تھا۔ گویا قرآن مجید میں جو مومنوں کی صفت وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ بیان فرمائی گئی ہے یہ حضرات پوری طرح اس کے محمل ومصداق تھے۔

(3) یہ تمام واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ ان بزرگان دین اور اکابرین امت کے درمیان مواساۃ اور محبت ومودۃ موجود تھی۔ کسی قسم کی مخاصمت ومعاندت اور منافرت بالکل نہ تھی۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

جب حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے باہمی مسائل میں تبادلہ خیالات وعلمی تذکرے اور دینی مسائل میں مشورے، علمی گفتگو وغیرہ واقعات بیان کئے جاتے ہیں تو اس وقت مخالفین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان تمام چیزوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی لاعلمی پر محمول کرنے لگتے ہیں اور ان کی دینی مسائل میں ناواقفی اور نااہلیت کا پروپیگنڈا شروع کر دیتے ہیں جو در حقیقت واقعات کے خلاف ہے اور سراسر کج فہمی پر مبنی ہے۔ معترض لوگوں کے شبہات کو دور کرنے اور ان کو اطمینان دلانے کے لئے چند ایک مسائل اور واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن میں حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی بعض مواقع پر تو صاف طور پر اپنی لاعلمی کا اظہار فرمایا ہے۔

سب سے پہلے نہج البلاغہ سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا کلام ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں: حق بات کہنے اور انصاف کا مشورہ دینے سے مت رکو کیونکہ میں اپنی جگہ خطا کرنے سے بالاتر نہیں ہوں اور میں اپنے فعل میں غلطی سے بے خوف نہیں ہوں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کفایت کرے جو مجھ سے زیادہ قدرت والا ہے۔

(نہج البلاغہ، جلد اول، صفحہ 362، خطبہ 215، مطبوعہ موسسۃ التاریخ العربی بیروت)

علامہ علی متقی اور علامہ ابن جریر رحمہم اللہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے جواب دیا۔ وہ کہنے لگا مسئلہ اس طرح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے۔ جواب سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو نے مسئلہ ٹھیک بیان کیا ہے اور میں چوک گیا ہوں۔ ہر علم والے سے دوسرا زیادہ عالم ہو سکتا ہے۔

(کنز العمال، کتاب العلم، آداب العلم، متفرقہ، جلد 10، صفحہ 134، رقم 29503، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

میں ان کے ساتھ رہا:

محدثین ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ مولائے کائنات رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر نے آخری اوقات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے متعلق اشارہ کیا اور اس معاملہ میں انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ پس مسلمانوں نے عمر بن خطاب سے بیعت کی۔ میں نے بھی لوگوں کے ساتھ عمر بن خطاب کی بیعت کی۔ جب وہ مجھے غزوات میں طلب کرتے تو میں ان کا شریک کار ہوتا تھا اور جب وہ مجھے عطیات وغنائم وغیرہ عنایت فرماتے تو میں ان کو قبول کرتا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، ماذکر فی فضل عمر بن الخطاب، جلد 9، صفحہ 485، رقم 32683، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور، اسد الغابہ، تذکرہ عمر بن خطاب، جلد دوم، صفحہ 909، مطبوعہ المکتبۃ الوحیدیہ پشاور)

تاجدارِ عدالت حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں

جنابِ علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خصوصی رعایات کے تحت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک قطعہ اراضی ینبع کے مقام پر عنایت کیا گیا اور یہ مقام حسن اتفاق سے زرخیز تھا اور پھر اس میں قدرتی طور پر پانی کا ایک چشمہ بھی جاری ہو گیا تھا جس کی وجوہ سے اس قطعہ اراضی کی آمدنی حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے معقول ذریعہ بن گئی۔

(وفاء الوفا، تحت لفظ ینبع، جلد 4، صفحہ 198، مکتبۃ العصریہ بیروت، معجم البلدان، باب الیاء والنون، جلد 8، صفحہ 511، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نظر میں:

تاجدارِ سخاوت حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سگی پھوپھی اُمّ حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی بنت کریز کے فرزند ہیں یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد بہن کے بیٹے ہیں۔ خلیفہ ثالث، تاجدارِ سخاوت حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی والدہ اروٰی بنت کریز مشرف بہ اسلام ہوئیں اور ان کو حضور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف حاصل ہوا اور ان کو ہجرت مدینہ کا شرف بھی نصیب ہوا۔ اروٰی نے اپنے فرزند حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

(طبقات الکبرٰی، رقم الترجمہ 4150، اُروٰی بنت کریز، جلد 8، صفحہ 364، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

سبط رسول، حضرت سیّدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت زید بن عمر بن عثمان رضی اللہ عنہم سے کیا تھا۔

(طبقات الکبرٰی، رقم الترجمہ 4638، سکینہ بنت حسین، جلد 8، صفحہ 460، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے طائف کے علاقہ پر، الحارث، نامی ایک شخص امیر تھا۔ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے کھانا تیار کر کے آپ کی خدمت میں بھیجا۔ کھانے میں چکور وغیرہ پرندے اور جنگلی حلال جانور پکے ہوئے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف آدمی بھیجا کہ کھانے کے لئے تشریف لایئے۔ اس وقت حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اپنے اونٹوں کے لئے درختوں کے پتے جھاڑ کر ہاتھ صاف کر رہے تھے۔ عرض کیا گیا کھانا تیار ہے۔ تناول فرمایئے۔ آپ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ احرام نہیں باندھے ہوئے ان کو یہ کھانا کھلایئے۔ ہم لوگ احرام باندھے ہوئے ہیں۔ محرم کے لئے شکار کا گوشت کھانا درست نہیں۔

(ابوداؤد، کتاب المناسک، باب لحم الصید للمحرم، صفحہ 299، رقم الحدیث 1849، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

عہدۂ قضاء:

دورِ عثمانی میں ایسے واقعات ملتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کرنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔ مثلاً خلافت عثمانی میں تحنس اور اس کی بیوی صفیہ مال غنیمت میں قید ہو کر آئے تھے۔ صفیہ نے ایک قیدی سے زنا کیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا۔ یہ مسئلہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اسے فیصلہ کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ حضرت علی نے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زنا کے بچے کو خاوند کے سپرد کیا اور ان دونوں یعنی زانی اور زانیہ کو پچاس پچاس درے لگوائے۔

(مسند احمد مرویات حضرت علی، جلد اول، صفحہ 396، رقم الحدیث 820، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

دوسرا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ دورِ عثمانی میں ایک شخص نے دوسرے شخص کے ساتھ بدفعلی کی۔ یہ واقعہ عدالت عثمانی میں پیش ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجلس قضاء میں موجود تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یہ شخص شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ؟ تو لوگوں نے بتایا کہ اس شخص کا نکاح ہو چکا ہے مگر رخصتی نہیں ہوئی۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ شخص شادی شدہ ہوتا اور رخصتی ہو چکی ہوتی تو اس پر رجم واجب تھا یعنی اس کو سنگسار کیا جاتا لیکن اب اس صورت میں اس پر صرف درے لگائے جائیں گے۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس فیصلے کے اجراء کا حکم صادر فرمایا اور بدکار شخص کو سو درے لگائے گئے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الحدود والدیات، باب ماجاء فی اللواط، جلد 6، صفحہ 302، رقم الحدیث 10634، دار الکتب العلمیہ بیروت)

فیصلہ عثمانی اور علوی تعاون:

عالم دار الہجرہ حضرت سیّدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک ہاشمیہ ہند بنت ربیعہ بن حارث اور ایک انصاریہ دونوں ایک شخص حبان بن منقذ کے نکاح میں تھیں۔ حبان نے انصاریہ کو طلاق دے دی اور فوت ہو گیا۔ انصاریہ مرضعہ تھی اور ابھی اپنے بچے کو دودھ پلاتی تھی۔ نیز اسے طلاق کے بعد ایک سال تک حیض نہ آیا تو انصاریہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں حبان کی میراث میں حصہ کا دعویٰ کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فریقین کے بیانات سننے کے بعد انصاریہ کو میراث سے حصہ دلوا دیا۔ اس پر ہاشمیہ برافروختہ ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ فیصلہ میں نے تمہارے چچازاد بھائی علی رضی اللہ عنہ کی رائے سے کیا ہے۔

(موطا امام مالک، کتاب الطلاق، باب الطلاق المریض، صفحہ 456، رقم الحدیث 43، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

اس طرح عدالتی امور میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ

کرم اللہ وجہہ الکریم کو ساتھ رکھتے تھے۔

تدوین قرآن:

ہجری 25 میں ملک شام کے علاقہ آرمیبیا اور عراق کے علاقہ آذربائیجان میں اہل اسلام کفار کے خلاف برسرپیکار تھے۔ مسلمانوں کی افواج میں عرب کے مختلف قبائل جمع تھے۔ ان لوگوں میں اپنے اپنے قبائل کی لغت کے لحاظ سے قرآن مجید میں قرأت کا اختلاف پیدا ہوا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے قبائل میں باہمی قرأت کے اختلاف کو شدت سے محسوس کیا اور معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر فوراً مرکز اسلام مدینہ شریف پہنچے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچ کر اپنی پریشانی کا اظہار کیا کہ اے امیر المومنین! اس امت کو پیشتر اس کے کہ وہ کتاب اللہ میں اختلاف کرنے لگیں، سنبھال لیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ جیسا یہود و نصاریٰ اپنی اپنی آسمانی کتب میں اختلاف کر چکے ہیں، کہیں اہل اسلام میں بھی اس نوع کا انتشار قائم نہ ہو جائے۔

ان حالات کو معلوم کرنے کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مشورہ سے مندرجہ ذیل صورت اختیار فرمائی۔ خلیفہ اول سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور کا مدون شدہ قرآن مجید کا اصل نسخہ جو اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا، ان سے عاریۃً منگوا کر اس کے متعدد نسخے لغت قریش پر مرتب کروائے اور ممالک اسلامیہ کی طرف ایک ایک نسخہ قرآن مجید کا ارسال فرما دیا اور اس کے سوا دیگر لغات میں لکھے ہوئے نسخوں کو تلف کرا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسئلہ ہذا میں بذات خود موجود تھے اور مشورہ دینے والے تھے۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کوئی تفرد نہ تھا۔

(البدایہ والنہایہ، ہجری 40 کے واقعات، جلد 7، صفحہ 288، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

نیز مولائے کائنات رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے نسخوں میں قرأت یا لغت کے اعتبار سے اختلاف واقعہ ہوا تھا اس کو تلف کیا گیا تھا اور متفق علیہ چیز کو مصاحف میں بحال رکھا۔ (البدایہ والنہایہ، جلد 7، صفحہ 289، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

علامہ اربلی نے درج کیا ہے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے زرّہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آگے چار سو درہم کی بیچ دی۔ جب میں نے عثمان سے درہم لے لئے تو انہوں نے کہا: اے علی! کیا آپ مجھ کو زرّہ سے زیادہ عزیز ہیں اور میں آپ کو درہم سے زیادہ عزیز ہوں اور میں آپ کو دراہم سے زیادہ عزیز نہیں ہوں۔ فرمایا: کیوں نہیں۔ تو کہا یہ زرّہ لے لو یہ میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہے۔ تو میں نے زرّہ اور درہم لے لئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے۔ زرّہ اور درہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو بات چیت ہوئی بتا دی تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درہم میں سے کچھ دراہم لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو دیئے اور فرمایا: اے ابوبکر! ان دراہم میں سے میری صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے جو بہتر سمجھو خرید لاؤ۔ ان کے ساتھ سلمان فارسی اور بلال (رضی اللہ عنہما) کو مدد کے لئے بھیجا تا کہ جو کچھ وہ خریدیں یہ اٹھا لائیں۔ (کشف الغمہ، جلد اول، صفحہ 359، مطبوعہ تبریز)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی اور اصحابِ ثلاثہ:

علی بن عیسیٰ اربلی، مرزا تقی اور باقر مجلسی لکھتے ہیں ایک دن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھے تھے۔ ان کے ساتھ سعد بن معاذ انصاری بھی تھے۔ حضرت فاطمہ بنت رسول علیہا السلام کی بات زیر بحث آئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا بہت سے سرکردہ لوگوں نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)

کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی لیکن آپ نے سب کو یہی جواب دیا کہ اس بچی کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اس نے جہاں چاہا اس کا نکاح ہوگا اور حضرت علی بن ابو طالب (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے اپنے لئے نہ تو حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور نہ ہی اس کا تذکرہ کیا۔ میری رائے میں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ علی خالی ہاتھ تھے اور میرے دل میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کے لئے یہ رشتہ چھوڑ رکھا ہے۔ پھر ابو بکر صدیق، عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم میرے ساتھ اس مسئلہ کی خاطر حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کے پاس چلو گے تا کہ انہیں کچھ کہیں؟ اگر ان کو تنگ دستی نے اس سے روک رکھا ہے تو ہم ان کی ہر ممکن مدد کریں گے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو بکر تمہیں ہمیشہ اللہ نے نیک کاموں کی توفیق دے رکھی ہے اور احسان کے ساتھ اٹھو اور چلو۔ سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں ہم مسجد نبوی سے نکلے اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو تلاش کیا لیکن وہ گھر پر نہ ملے۔ آپ ان دنوں اپنے اونٹ کے ذریعے اجرت پر ایک انصاری کے کھجوروں کے باغ کو پانی دے رہے تھے۔ اس لئے اس طرف چل پڑے۔ جب حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے انہیں دیکھا تو کہا تمہاری کیا خواہش ہے؟ اور تم کیوں آئے ہو؟

ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اے علی! اچھی خصلتوں میں سے کوئی ایسی نہیں ہے جس میں آپ سب سے آگے نہ ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بوجہ قرابت، صحبت اوروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا رشتہ طلب کیا لیکن آپ نے سب کو جواب دے دیا اور فرمایا اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے جس سے چاہے گا شادی ہو جائے گی تو تم کیوں نہیں یہ رشتہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم سے مانگتے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے یہ رشتہ تمہارے لئے روک رکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب گئیں اور کہا: اے ابوبکر! تو نے میرے خوابیدہ خیالات جگا دیئے اور جس کام سے میں غافل تھا اس کی بیداری عطا کر دی۔ جناب فاطمہ (رضی اللہ عنہا) واقعی موضع رغبت ہیں اور مجھ جیسا اس رشتہ سے کب انکاری ہو سکتا ہے لیکن تنگدستی نے مجھے باندھ رکھا ہے۔ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے سن کر فرمایا: اے علی! یہ نہ کہو دنیا اور اس کی ہر چیز اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کوئی چیز نہیں۔ (کشف الغمہ)

بناتِ رسول رضی اللہ عنہن

قال اللہ تبارك وتعالٰی: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ (الاحزاب، 59)

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنی ازواج (مطہرات) اور اپنی بیٹیوں اور مومنین کی عورتیں کو فرما دیجئے۔" (ترجمہ کنز الایمان)

مقبول شیعہ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ اے نبی! تم اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو۔

فرمان علی شیعہ کا ترجمہ بھی پڑھیں۔ اے نبی! اپنی بی بیوں اور اپنی لڑکیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دو۔

ذیشان حیدر جوادی شیعہ کا ترجمہ بھی دیکھ لیں۔ اے پیغمبر آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دیجئے۔

محسن علی نجفی شیعہ کا ترجمہ۔ اے نبی اپنی ازواج اور بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دیجئے۔

وَبَنٰتِكَ، بنات جمع ہے بنت کی اور بنت کہتے ہیں بیٹی کو۔ بنت واحد یعنی ایک بیٹی۔ بنتان، تثنیہ یعنی دو بیٹیاں اور بنات جمع یعنی دو سے زیادہ جتنی بھی ہوں تمام بنات۔ اور ترجمہ یہ ہوا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے اپنی ازواج کو اور اپنی بیٹیوں کو۔ جس سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ جس طرح ازواج دو سے

زیادہ ہیں اسی طرح بنات بھی دو سے زیادہ ہیں۔

شیعہ کہتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تو ایک ہی ہے اور یہاں بـنـتـك جمع کا لفظ قوم کی بیٹیوں کے لئے ہے کیونکہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بیٹیاں ہیں۔ اگر اسے درست مان لیا جائے تو ازواجك سے مراد بھی معاذ اللہ قوم کی بیویاں مراد لینی پڑیں گی حالانکہ یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں کیونکہ ساری امت کی بیویاں بھی حضور کی روحانی بیٹیاں ہیں تو جس طرح ازواجك سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ازواج مطہرات مراد ہیں اسی طرح بـنـتـك سے بھی سرکار کی اپنی صاحبزادیاں ہی مراد ہیں اور وہ دو سے اوپر ہیں یعنی تین یا تین سے زائد ہیں یعنی چار ہیں مگر شیعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی کے علاوہ باقی صاحبزادیوں کا انکار کرتے ہیں اور قرآن حکیم کے منکر ہوتے ہیں۔ صرف اور صرف اس لئے کہ اگر باقی صاحبزادیاں تسلیم کرلیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ماننا پڑے گا اس لئے وہ اپنے من گھڑت عقیدے کو برقرار رکھنے کے لئے قرآن حکیم کے انکاری ہو جاتے ہیں۔

عقیدۂ اہلسنّت:

اہلسنّت وجماعت قرآن حکیم کی مندرجہ بالا آیت اور درجنوں احادیث کے پیش نظر حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں مانتے ہیں اور خلیفہ ثالث حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد مانتے ہیں جیسا کہ امام اہلسنّت فرماتے ہیں:

ہو مبارک تجھ کو ذی النورین جوڑا نور کا
نور کی سرکار سے پایا دوشالا نور کا

معلوم ہوا اہلسنّت وجماعت کا عقیدہ بناتِ اربعہ بالکل قرآن وحدیث کے

مطابق ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسے چیلنج اور غلط ثابت نہیں کرسکتی۔

حضرت مناظرِ اعظم علامہ محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

(1) پہلی دلیل تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تین اقسام کی عورتوں کا ذکر فرمایا اور تینوں پر لفظ جمع استعمال فرمایا (1) ازواج (2) بنات (3) نساء المومنین ۔ ان تینوں میں سے کسی لفظ میں واحد کا شائبہ ہی نہیں، بنت کا لفظ واحد کہاں سے لاؤ گے۔

(2) بنات کا لفظ حقیقی بیٹیوں پر استعمال ہوتا ہے سوتیلی پر نہیں ہوتا۔

(3) بنات کی اضافت اللہ تعالیٰ نے ''ک'' خطاب کی طرف فرمادی تاکہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ثابت ہوجائے اگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے لڑکیاں ہوتیں تو بناتِ زوجك ہوتا و بناتك میں ''ک'' اضافی نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں ثابت کردیں۔

(مقیاس خلافت، حصہ اول، صفحہ 307، مطبوعہ لاہور)

بناتِ رسول اور اکابرینِ امت:

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی ترتیب متواترات احادیث مبارکہ سے یوں ہے کہ حضرت سیّدہ زینب پہلی، حضرت سیّدہ رقیہ دوسری، حضرت سیّدہ اُمّ کلثوم تیسری اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہن حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی تھیں۔ (الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 448، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) لیکن حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادِ پاک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے کہ وہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور جانِ کائنات صلی اللہ

علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں۔ (الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 150)

اس میں اختلاف نہیں کہ سب سے بڑی سیّدہ زینب ہیں، بلا اختلاف اس کے بعد سیّدہ اُمّ کلثوم بعض نے کہا کہ اس کے بعد سیّدہ رقیہ ہیں اور وہ پہلی ہیں۔ سیّدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نکاح فرمایا اور ان کے ساتھ حبشہ کی طرف پہلی ہجرت فرمائی۔ پھر ان کی وفات اور واقعہ بدر کے بعد سیّدہ اُمّ کلثوم سے نکاح فرمایا اور صحیح یہ ہے کہ سب سے چھوٹی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن تھیں۔ (الاستیعاب، جلد اول، صفحہ 150)

حضرت سیّدنا قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دو شہزادے تھے اور چار شہزادیاں۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ وہ صاحبزادے تھے جن کی وجہ سے حضور کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ وہ چلنے تک زندہ رہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ صغر سنی میں ہی فوت ہو گئے اور شہزادیوں سے حضرت فاطمہ، حضرت زینب، حضرت اُمّ کلثوم اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہن تھیں۔ (الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 380)

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نکاح دیا پھر ان سے نکاح فرمایا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادِ طاہرہ پیدا ہوئی۔ سوائے ابراہیم رضی اللہ عنہ کے اور حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے، زینب، رقیہ، اُمّ کلثوم، فاطمہ اور قاسم رضی اللہ عنہم جن سے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ہے اور عبداللہ اور طیب و طاہر رضی اللہ عنہم۔ (الکامل فی التاریخ، جلد اول، صفحہ 532، مطبوعہ مصر، تاریخ طبری، جلد اول، صفحہ 62، مطبوعہ کراچی، البدایہ والنہایہ، جلد دوم، صفحہ 937، مطبوعہ کراچی)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا صاحبزادہ جو مکے میں نبوت سے پہلے پیدا ہوا، قاسم تھا اور اسی سے آپ کو ابوالقاسم کہا جاتا تھا پھر حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا وہ حضرت زینب تھیں پھر حضرت رقیہ پھر اُمّ کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

(طبقات ابن سعد، جلد اول، صفحہ 63، مطبوعہ بیروت)

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد پاک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہے۔ سوائے قاسم وابراہیم کے اور طیب، طاہر، زینب، رقیہ، اُمّ کلثوم، اور فاطمہ رضی اللہ عنہم۔ (البدایہ والنہایہ، جلد دوم، صفحہ 938)

عبدالرزاق نے ابن جریج سے روایت کی ہے، اس نے کہا کہ سوائے ایک کے حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی تھیں اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی تھیں اور حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیاری تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے کیا تو اس سے ایک صاحبزادہ حضرت علی اور ایک صاحبزادی حضرت امامہ پیدا ہوئے اور حضرت امامہ رضی اللہ عنہا آپ کی وہ نواسی ہیں جن کو آپ نماز میں اٹھایا کرتے تھے جب سجدہ فرماتے تو حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو اتار دیتے اور جب قیام فرماتے تو ان کو اٹھا لیتے۔ غالباً یہ واقعہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد کا ہے اور ہجری 8 میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ (البدایہ والنہایہ، جلد 5، صفحہ 365)

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا۔ آپ کی عمر اس وقت 25 برس تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر 40 برس تھی۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے

حضرت قاسم اور حضرت طیب رضی اللہ عنہما نبوت کے اظہار سے پہلے ہی وفات پا گئے اور حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے صاحبزادیاں پیدا ہوئیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو سب سے بڑی تھیں، ان سے ابوالعاص بن ربیع کا نکاح ہوا۔ پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا جن سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا۔ نبوت کے بعد پھر حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، ان کا نکاح بھی (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا پھر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں ان سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نکاح ہوا۔ (طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 365)

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک شام سے واپسی پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ آپ کی عمر اس وقت 25 برس تھی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے اور حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُمّ کلثوم، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن پیدا ہوئیں۔ (طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 250)

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی اولاد حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اور ان کی ولادت اظہار نبوت سے پہلے ہوئی۔ پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پھر اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا۔ (تاریخ دمشق الکبیر، جلد 3، صفحہ 69، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہیں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُمّ

کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن ۔ (المواہب اللدنیہ، جلد اول، صفحہ 539، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

اسی عبارت کے تحت علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہیں۔ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُمّ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن ۔ حضرت زینب ان سے بڑی اور حضرت فاطمہ چھوٹی ہیں۔ (زرقانی، جلد 4، صفحہ 313)

زہری سے روایت ہے کہ پہلی عورت جس سے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان سے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد حضرت قاسم رضی اللہ عنہ حضرت طاہر رضی اللہ عنہ اور چار صاحبزادیاں ہیں، حضرت زینب ورقیہ واُمّ کلثوم وفاطمہ رضی اللہ عنہم ۔

(سنن الکبریٰ، جلد 7، صفحہ 111، مطبوعہ بیروت)

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہیں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُمّ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن ۔ (سیرت ابن ہشام، جلد اول، صفحہ 419، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی اولاد حضرت قاسم رضی اللہ عنہ ہیں پھر سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پھر سیّدہ رقیہ پھر سیّدہ اُمّ کلثوم پھر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن ۔ (درمنثور، زیر آیت ان شانئك هو الابتر، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو دائیں کندھے پر اور سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بائیں کندھے پر بٹھالیا اور فرمایا:

اے لوگو! میں تمہیں اس کی خبر نہ دوں؟ جن کے ماموں قاسم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان دونوں کی خالات سیّدہ زینب، سیّدہ رقیہ، سیّدہ اُمّ کلثوم بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (مجمع الزوائد، جلد 9، صفحہ 214، مطبوعہ بیروت)

قولِ فاروقی:

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب شہر مدائن فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شریف میں فرش چرمی بچھا کر اس پر مال غنیمت جمع کیا۔ سب سے پہلے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: اے امیر المومنین! ہمارا حق جو اللہ نے مقرر کیا ہے ہمیں عطا کرو۔ آپ نے ایک ہزار درہم نذر کیے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے، ان کو بھی ایک ہزار درہم پیش کیے پھر ان کے جانے کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے ان کو پانچ سو درہم دیئے۔ حضرت عبداللہ نے کہا یا امیر المومنین! میں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جوان تھا اور جہاد کرتا تھا اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اس وقت بچے تھے اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو ہزار ہزار درہم اور مجھے پانچ سو درہم دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بیٹا! پہلے وہ مقام اور فضیلت تو حاصل کرو جو حسنین کریمین کا ہے۔ پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا۔ ان کے باپ علی المرتضیٰ، ماں فاطمۃ الزہرا، نانا رسول خدا، نانی خدیجۃ الکبریٰ، چچا جعفر طیار، پھوپھی اُمّ ہانی، ماموں ابراہیم بن رسول اللہ، خالہ رقیہ، اُمّ کلثوم اور زینب دخترانِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ (الریاض النضرہ، جلد دوم، صفحہ 293، مطبوعہ لاہور)

مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چار

صاحبزادیوں کا ذکر ہے۔ امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُمّ کلثوم اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہن۔

(انوارِ محمدیہ، صفحہ 192، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں واضح رہنا چاہیے کہ جن اولادِ کرام پر تمام کا اتفاق ہے وہ چھ رسول زادے ہیں، دو فرزند حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم اور چار صاحبزادیاں سیّدہ زینب، سیّدہ رقیہ، سیّدہ اُمّ کلثوم اور سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہن۔ (مدارج النبوۃ، جلد دوم، صفحہ 610، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہوئیں، سیّدہ زینب، سیّدہ رقیہ، سیّدہ اُمّ کلثوم اور سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہن۔

(سیرت ابن اسحاق، صفحہ 155، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

حضرت ملا معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد پاک سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے ان سے پیدا ہوئی۔ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُمّ کلثوم اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہن۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی تھیں تمام صاحبزادیاں جوان ہوئیں اور ان کی شادیاں ہوئیں۔ (معارج النبوۃ، جلد دوم، صفحہ 325، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی سوائے حضرت ابراہیم کے حضرت زینب کا نکاح حضرت ابوالعاص سے ہوا۔ حضرت رقیہ اور حضرت اُمّ کلثوم کا نکاح حضرت

عثمان سے ہوا اور حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے ہوا (رضی اللہ عنہم)۔

(سیر اعلام النبلاء، جلد اول، صفحہ 182، مطبوعہ مصر)

علامہ نور الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کا ذکر کیا ہے۔ (سیرت حلبیہ، جلد 3، صفحہ 432، مطبوعہ بیروت)

علامہ سیّد احمد بن ذینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے صدفِ بطن سے حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُمّ کلثوم اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہم اجمعین عطا فرمائے۔

(السیرۃ النبویہ، جلد اول، صفحہ 214، مطبوعہ ضیاء القرآن، لاہور)

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا:

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے بعثت سے دس سال قبل مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ اس بات پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنی تینوں بہنوں میں سب سے بڑی تھیں۔ آپ نیک سیرت اور پاکیزہ اخلاق، باسلیقہ، باشعور اور عقل وفہم کی دولت سے بھی بہرہ یاب تھیں۔

نام ونسب:

آپ کا اسم شریف زینب بنت رسول اللہ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہے۔

والدہ:

والدہ کا نام حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد بن اسد ہے۔

(طبقات الکبریٰ، جلد 8، صفحہ 258)

تزویج:

آپ کا نکاح حضرت سیّدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ بن ربیع بن عبد شمس بن عبد مناف سے ہوا جو اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سگی بہن ہالہ بنت خویلد کے صاحبزادے تھے یعنی حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خالہ زاد تھے۔ (المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، مطبوعہ لاہور)

نگاہِ نبوت میں آپ کی قدر و منزلت:

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: هی افضل بناتی اصیبتنی یہ میری سب سے افضل بیٹی ہے میری وجہ سے اس کو بہت تکلیف دی گئی۔ (ایضاً)

حضرت مصعب بن عمیر زبیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔ (ایضاً)

فدیے کا ہار:

ام المؤمنین حضرت صدیقہ بنت صدیق عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب اہل مکہ نے اپنے اپنے قیدیوں کو رہا کروانے کے لئے فدیے بھیجے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے (اپنے شوہر) حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے فدیے اور رہائی کے لئے ایک ہار بھیجا۔ یہ ہار ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو تحفہ دیا تھا۔ جب حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہار دیکھا تو آپ پر بہت شدید رقت طاری ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا اگر تم لوگ مناسب

سمجھو تو زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر کو رہا کردو اور اس کا یہ ہار اس کو واپس کردو۔ (ایضاً)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ پاک:

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے ایک صاحبزادے جن کا نام علی رضی اللہ عنہ تھا اور ایک صاحبزادی جن کا نام حضرت امامہ رضی اللہ عنہا تھا۔

حضرتِ امامہ رضی اللہ عنہا نگاہِ نبوت میں:

حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا سے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیار تھا۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو اپنے دوش مبارک پر سوار کرتے تھے اسی طرح حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو بھی دوش مبارک پر اٹھا لیتے تھے۔ حضرت سیّدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات نماز پڑھتے اور اس دوران اپنی نواسی امامہ بنت زینب' حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو اٹھائے ہوئے فاذا سجدو ضعھا و اذا قام حملھا جب سجدہ کرتے تو انہیں اتار دیتے اور جب کھڑے ہونے لگتے تو انہیں بھی اٹھا لیتے۔

(بخاری، جلد اول، صفحہ 74، مطبوعہ راولپنڈی، ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ بالعمل فی الصلوٰۃ، مطبوعہ لاہور، نورالابصار، جلد اول، صفحہ 137، مطبوعہ فیصل آباد، مدارج النبوۃ، جلد دوم، صفحہ 618)

وصال پر ملال:

حضرت عمر بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال 8 ہجری کی ابتداء میں ہوا۔

(طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 260، مدارج النبوۃ، جلد دوم، صفحہ 618، نورالابصار، جلد اول، صفحہ 137، انوارِ محمدیہ، صفحہ 192)

غسل مبارک:

عبیداللہ بن ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اور اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔

(طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 260)

قبر زینب رضی اللہ عنہا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاجبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جنازے کے ساتھ خود تشریف لے گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے تو ہم نے آپ کو کمزور و غمناک دیکھا تو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاجبزادی زینب رضی اللہ عنہا کی قبر میں داخل ہوئے۔ پھر نکلے تو آپ کا رنگ مبارک زرد چمکیلا تھا اور اس کے متعلق ہم نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ میری صاجبزادی کمزور عورت تھی تو اس نے موت کی سختی اور قبر کی تکلیف کا ذکر کیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ عزوجل! اس سے تخفیف فرمادے۔

(مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، جلد 5، صفحہ 589)

اہل تشیع کا شیخ عباس قمی لکھتا ہے 8 ہجری میں زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالعاص کی بیوی نے وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ اس کے لئے تابوت بنایا گیا اور یہ پہلا تابوت تھا جو اسلام میں بنایا گیا۔ وہ صاحب اولاد بھی تھیں۔ ایک علی نام کا لڑکا تھا جو حد بلوغ کے قریب وفات پا گیا اور ایک لڑکی امامہ جو حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد انہیں کی وصیت کے مطابق امیر المومنین کی زوجیت میں آئی۔

(منتہی الامال، جلد اول، صفحہ 126، مطبوعہ مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور)

یہی شیخ عباس قمی لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوالعاص نے ہماری دامادی کا حق ادا کر دیا۔ (منتہی الامال، جلد اول، صفحہ 71)

اہل تشیع کے شیخ جعفر بن محمد طوسی لکھتے ہیں کہ یزید بن خلیفہ نے کہا کہ میں حضرت امام جعفر صادق کے پاس تھا تو ایک قمی آدمی نے آپ سے سوال کیا یا ابا عبداللہ! کیا عورتیں نماز جنازہ پڑھ سکتی ہیں تو حضرت جعفر صادق نے فرمایا بلاشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب فوت ہوئیں اور یقینی بات ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھی۔ (الاستبصار، جلد اول، صفحہ 486، کتاب الصلوٰۃ، مطبوعہ ایران)

حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا:

حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی 33 سالہ عمر شریف میں حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا سے تین سال بعد بعثت نبوی سے سات سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے ہجرت فی سبیل اللہ کی سنت کو اپنے شوہر کا ساتھ دے کر قائم کیا۔

نام و نسب:

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹی کا نام مبارک رقیہ بنت محمد رسول اللہ بنت عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہے۔ والدہ کا اسم گرامی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہے۔

حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی والدہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خویلد کی بیٹی ہیں۔ آپ کی سب بیٹیوں سے بڑی حضرت زینب رضی اللہ عنہا پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

(الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 398)

حضرت جعفر بن سلیمان ہاشمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں اس وقت حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 33 برس تھی۔ (الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 399)

تزویج:

حضرت ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکہ معظمہ میں نکاح کیا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ (الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 399)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹیوں کے ساتھ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی جب اور عورتوں نے بیعت کی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا اور ہجرت کی۔

(طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 280)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو پہلی دفعہ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے حبشہ کی طرف نکلے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے پہلے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت کی۔ (مستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ)

آپ کی اولادِ پاک:

حضرت ابن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں، حتیٰ کہ ان کے ساتھ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے ایک صاحبزادہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ رکھا لیکن یہ صاحبزادے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ اسی صاحبزادے کی نسبت سے حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ ہوئی۔ (مستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، جلد 5، صفحہ 591)

شیعہ مورخ ابو الحسن مسعودی لکھتا ہے آپ کا نسب یہ ہے۔ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ آپ کی دو کنیتیں تھیں جن میں سے ایک ابو عبد اللہ اور دوسری ابو عمرو تھی لیکن ابو عبد اللہ زیادہ مشہور ہوئی۔ آپ کی اولاد میں عبد اللہ اکبر اور عبد اللہ اصغر تھے جو بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے۔ (مروج الذہب، جلد دوم، صفحہ 267، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

وصالِ پُر ملال:

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو اس میں صحیح یہ ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کے لئے نکلے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لئے پیچھے رہے۔ اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں اور بدر کی جنگ کے دن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا اور جس دن حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کی فتح کی مبارک لے کر آئے اس دن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دفن کیا گیا۔ (الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 400)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو اس وقت حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر میں تھے۔ رمضان کا مہینہ تھا اور ہجرت کے سترہویں ماہ کی ابتداء تھی۔ (طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 261)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ میں بیمار ہو گئیں۔ جب حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف نکلے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پیچھے مدینہ منورہ میں چھوڑ گئے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی علالت پر۔ پھر جس دن حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کی فتح کی خوشخبری لے کر پہنچے اس دن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ (الاصابہ، جلد 7، صفحہ 113، مطبوعہ بیروت)

حضرت سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا ہجری 2 میں بیمار ہوئیں۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کو تشریف لے جا رہے تھے۔ اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا علیل تھیں۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تیمارداری کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں چھوڑا تھا۔ جس روز حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ فتح کی بشارت لے کر مدینہ شریف پہنچے تو اس وقت سیّدہ کی تدفین ہو رہی تھی۔ اس دن اتوار اور رمضان المبارک کی 19 تاریخ تھی۔ بوقت وصال سیّدہ کی عمر مبارک 21 برس تھی۔ (سیرت سیّد الانبیاء، صفحہ 57، مطبوعہ لاہور)

سیّدہ کے مزار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری:

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں کہ جب سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو عورتیں روتی تھیں مگر حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس سے منع فرماتے تھے۔ سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے سرہانے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھی ہوئی روتی تھیں اور حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر مبارک کے کنارے سے ان کی چشم مبارک سے آنسو صاف کرتے تھے۔ (مستدرک، جلد 5، صفحہ 592)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ (مستدرک، جلد 5، صفحہ 592)

اہل تشیع کا شیخ طوسی لکھتا ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ تحقیق امیر المومنین (حضرت علی) علیہ السلام حضرت فاطمہ علیہا السلام کے قریب آپ کی بہن رقیہ (رضی اللہ عنہا) زوجہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے وصال کے دس دن بعد گئے۔

(الامالی، صفحہ 32، مطبوعہ ایران)

سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا:

حضرت سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی ہیں۔ آپ ہجرت نبوی سے چھ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنے پیارے اور عظیم والد کے حالات ومشکلات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ شعب ابی طالب کے کٹھن ترین مراحل کو برداشت کیا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہجرت کر کے حبشہ کو چلی گئیں لیکن سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا اپنی بوڑھی ماں اور چھوٹی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکہ معظمہ میں رہ گئیں۔ ان سخت ترین ایام میں خدا تعالیٰ کی بندگی، اپنے اباجی کے دکھوں میں شریک ہونا، اپنی بوڑھی ماں کا ہاتھ بٹانا، اپنی چھوٹی بہن کو دلاسے دینا، یہ وہ امور ہیں جن کا انجام دینا اتنا آسان نہ تھا یہ وہ سعادتیں تھیں جو حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آئیں۔

نام ونسب:

آپ کا اسم شریف آمنہ بنت محمد رسول اللہ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہے۔ والدہ خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد ہیں اور کنیت اُمّ کلثوم ہے۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد تھیں۔ حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کی ولادت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے پہلے ہوئی۔ (الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 506)

حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی تھیں اور آپ کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد بن اسد تھیں۔

(طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ 62)

تزویج:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملے۔ آپ اس وقت پریشان تھے۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ جو مصیبت مجھے آئی ہے ایسی ہے کہ ان کے وصال کی وجہ سے آپ کے داماد ہونے کا رشتہ ٹوٹ گیا ہے جو دونوں جہانوں میں میرے کام آنے والا تھا۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! تم یہ بات کہہ رہے ہو اور ادھر جبرائیل امین علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام دے رہے ہیں کہ میں ان کی بہن "ام کلثوم" کا نکاح بھی تمہارے ساتھ ہی کر دوں۔ چنانچہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی صاحبزادی اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔

(مستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، جلد 5، صفحہ 596)

بہتر خاوند:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا شوہر بہتر ہے یا فاطمہ کا؟ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا تیرا شوہر ان میں سے ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کا رسول ان سے محبت کرتے ہیں۔ حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا واپس چلی گئیں۔

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس بلوا کر پوچھا میں نے ابھی ابھی کیا کہا؟ میں نے کہا آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرا شوہر ان لوگوں میں سے ہے

جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے اور میں تمہیں اور زیادہ بتاتا ہوں کہ میں جنت میں داخل ہوا، میں نے اس (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کا وہ مقام دیکھا ہے کہ میرے صحابہ میں سے کوئی بھی اس سے اوپر والے مقام پر نہ تھا۔

(مستدرک، جلد 5، صفحہ 597)

یہ فیصلہ خدا نے کیا ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور پوچھا کہ میری بیٹی حفصہ کے نکاح کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری بات بتائی تو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ تجھے ایسا داماد عطا کردے جو عثمان سے بھی بہتر ہو تو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی (حضرت حفصہ) سے خود نکاح کر لیا اور اپنی بیٹی اُمِّ کلثوم کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور فرمایا اپنی بیٹیوں کا نکاح میں خود نہیں کرتا بلکہ ان کا فیصلہ خود رب ذوالجلال کرتا ہے۔ (مستدرک، جلد 5، صفحہ 595)

حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اُمِّ کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا۔ (ایضاً)

حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کی رخصتی:

حضرت مصعب بن عبداللہ زبیری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد ماہِ ربیع الاول میں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُمّ کلثوم کا نکاح کر دیا اور 8 ہجری جمادل الاوّل میں رخصتی ہوئی تھی۔ (مستدرک، جلد 5، صفحہ 594)

شیعوں کا بہت بڑا مجتہد قاضی نور اللہ شوستری لکھتا ہے اگر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی بیٹی حضرت عثمان (غنی رضی اللہ عنہ) کے نکاح میں دی تو حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے اپنی بیٹی حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے نکاح میں دی۔

(مجالس المومنین، جلد اول، صفحہ 204، مطبوعہ ایران)

وصال پرملال:

حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا وصال 9 ہجری میں ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پڑھائی۔ حضرت اسماء بنت عمیس اور صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہنا نے آپ کو غسل دیا۔ حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک میں حضرت علی، حضرت فضل اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم اترے۔ (الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 507)

حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم آپ کی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کو غسل دے رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے آگاہ کرنا۔ جب ہم فارغ ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ آپ نے ہمیں اپنا تہبند دیا اور فرمایا اسے جسم کے ساتھ رکھ دینا۔ (ابن ماجہ، کتاب الجنائز، رقم الحدیث 1452، مسلم، کتاب الجنائز، باب

غسل المیت، بخاری کتاب الجنائز، رقم الحدیث 1253، سنن نسائی، کتاب الجنائز، رقم الحدیث 1885)

حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا نے آخری دم تک حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر زندگی گزاری اور حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شعبان 9 ہجری میں ہوا۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے پاس دس صاحبزادیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے ہی نکاح میں دے دیتا۔ (طبقات ابن سعد، جلد8، صفحہ 261)

حضرت مصعب بن عبداللہ زبیری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا وصال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں ماہ شعبان المعظم 9 ہجری کو ہوا۔ اُمّ عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے انصاری خواتین کی موجودگی میں ان کو غسل دیا تھا۔ (مستدرک، جلد5، صفحہ 594)

شیخ محقق لکھتے ہیں سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا نے ہجرت کے نویں سال وفات پائی۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کی قبر انور کے پاس بیٹھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ (مدارج النبوۃ، جلد دوم، صفحہ 621)

خادم نبوی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر پر تشریف لے گئے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو مبارک جاری تھے۔

(تفسیر قرطبی، جلد14، صفحہ 156، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا:

اونچا ہے سب سے مرتبہ بنت رسول کا
پایا کسی نے بھی نہیں پایہ بتول کا

غازہ بنایا شوق سے ہر حور نے خضرؔ
ام حسین زہراء کے قدموں کی دھول کا

ملکۂ ملک سخاوت، مطلع چرخ کرامت، سرچشمۂ صبر ورضا، اُمّ شہیدانِ وفا، حضرت فاطمۃ الزہرا بتول رضی اللہ عنہا حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی ہیں۔ آپ سیدۃ نساء العالمین کے مبارک لقب سے مشہور ہوئیں۔

نام ونسب:

فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم سے آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰ ہے۔

ولادتِ باسعادت:

آپ کی ولادت نبوت کے پہلے سال میں ہوئی۔ جب حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اکتالیس سال تھی۔ بخاری شریف، جلد اول کے صفحہ 532 پر مرقوم ہے کہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت مبارکہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اکتالیس سال عمر مبارک میں ہوئی۔

حضرت سلیمان بن جعفر ہاشمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اکتالیس برس تھی جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ (الاستیعاب، جلد 4، صفحہ 448)

زہراء کسے کہتے ہیں؟:

مخدومۂ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا ایک نام زہراء ہے۔ زہراء نور بکھیرتی کلی کو کہتے ہیں اور جو عورت زنانہ عوارض سے پاک ہو اسے زہراء کہتے ہیں۔ امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ

علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حیض سے پاک تھیں اور اپنے بچے کی ولادت سے ایک ساعت کے بعد نفاس سے پاک ہو جاتیں یہاں تک کہ آپ کی کوئی نماز قضا نہ ہوتی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام زہراء ہے۔

(شرف المؤبد لآل محمد صلی اللہ علیہ وسلم، صفحہ 123، مطبوعہ لاہور)

امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہراء ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

تزویج:

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم سے 2 ہجری میں غزوۂ بدر سے واپسی کے بعد ماہ رمضان میں ہوا۔ سیّدہ کی عمر اس وقت پندرہ برس تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر مبارک اکیس برس تھی اور رخصتی ذوالحجہ میں ہوئی۔ حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے سیّدہ زہراء رضی اللہ عنہا کی زندگی مبارک میں کسی دوسری خاتون سے نکاح نہیں کیا۔

آسمانوں پر سیّدہ کا نکاح:

امام نجم الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا ہے کہ آج فاطمۃ الزہراء کا جنت میں ان کی والدہ کے محل میں نکاح ہوا ہے اور اس کی صورت اس طرح بنی' الخاطب اسرافیل کہ حضرت اسرافیل نے خطبہ پڑھا' وجبریل ومیکائیل والشهود حضرت جبریل اور حضرت میکائیل گواہ ہیں' والولی رب العزة اور رب تعالیٰ ولی

ہوا۔ والزوج علی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم شوہر بنے۔

(نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ 520، مطبوعہ لاہور)

سیّدہ رضی اللہ عنہا کا گستاخ کافر ہے:

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بضعۃ منی فرمایا ہے: والبضعۃ قطعۃ اللحم اور قطعۃ سے مراد گوشت کا ٹکڑا ہے۔

امام سہیلی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ چونکہ سیّدہ زہراء رضی اللہ عنہا حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا حصہ ہیں اس لئے آپ کی شان میں گستاخی کرنا کفر ہے۔ (مواہب اللدنیہ، جلد دوم، صفحہ 733، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

کون کون گستاخ ہے؟:

مسیلمہ پنجاب مرزا غلام قادیانی لکھتا ہے، اور حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا۔ (ایک غلطی کا ازالہ، صفحہ 9، روحانی خزائن، جلد 18، صفحہ 213)۔

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی بھی پیچھے نہیں رہے، لکھتے ہیں حضرت فاطمہ نے مجھے سینے سے لگالیا۔ (قصص الاکابر، صفحہ 47، مطبوعہ لاہور)

امالی شیخ طوسی جلاء العیون انوار نعمانیہ جلد اول حق الیقین اصول کافی جلد اول ارشاد القلوب جلد دوم اگر بنظرِ عمیق مطالعہ کیا جائے تو ان سے بھی چار قدم آگے نظر آتے ہیں۔

آپ کی اولادِ پاک:

(1) حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

(2) حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کربلا

(3) حضرت سیّدنا محسن رضی اللہ عنہ جو بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے

(4) سیّدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا زوجہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(5) سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا زوجہ عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما

وصال پرملال:

حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا وصال باکمال حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے 6 ماہ بعد 3 رمضان المبارک ہجری 11 کو ہوا۔

زبدۃ العارفین شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی روح اللہ تعالیٰ نے آپ قبض فرمائی۔

(روح البیان، پارہ 240، مطبوعہ بہاولپور)

جنازہ مبارک:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے تاکہ جنازہ پڑھیں۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا آگے بڑھئے اور جنازہ پڑھائیے۔ تو آپ نے کہا میرے لئے یہ زیبا نہیں کہ میں آگے بڑھوں جبکہ تم حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور نائب ہو چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ پس انہوں نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر نماز پڑھائی۔

(کنز العمال، جلد 15، صفحہ 303، رقم الحدیث 42856، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کے گھر کی طرف آئے جبکہ حضرت زہراء رضی اللہ عنہا

بیمار تھیں۔ پس اذن طلب کیا تو انہوں نے حضرت زہراء رضی اللہ عنہا سے کہا یہ ابوبکر دروازے پر موجود ہیں اور اذن طلب کرتے ہیں۔ اگر چاہو اور مناسب سمجھو تو اجازت دے دو۔ تو آپ نے دریافت کیا کہ تمہیں میرا اجازت دینا پسند ہے تو انہوں نے فرمایا ہاں مجھے تو پسند ہے۔ چنانچہ آپ نے اجازت دے دی۔ وہ اندر حاضر ہوئے اور آپ سے معذرت کی تو آپ ان سے راضی ہو گئیں اور بے شک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (سیرت حلبیہ، جلد 3، صفحہ 511، مطبوعہ بیروت)

عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما نماز عشاء کے وقت حاضر ہوئے اور حضرت زہراء رضی اللہ عنہا کا وصال مغرب اور عشاء کے درمیان ہوا تھا یعنی منگل کی رات اور رمضان المبارک کی تین تاریخ کو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے چھ ماہ بعد جبکہ آپ کی عمر شریف 28 برس تھی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہنے پر آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔ (تحفہ اثناء عشریہ، صفحہ 549، مطبوعہ عالمی مجلس تحفظ اسلام کراچی)

اہل تشیع کے عزالدین ابن حدید لکھتے ہیں روایت کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہی حضرت زہراء رضی اللہ عنہا پر نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں اور جنازہ پر چار تکبیریں کہنے کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے جس سے بہت سے فقہاء نے استدلال کیا ہے۔ (ابن حدید، جلد 16، صفحہ 286، مطبوعہ ایران)

بناتِ رسول از کتب شیعہ:

اصول کافی شیعہ کے ہاں اتنی مستند کتاب ہے کہ اس کتاب کے بارے شیعہ مورخین لکھتے ہیں امام غائب امام مہدی نے فرمایا الکافی کاف لشیعتنا ہمارے شیعوں کے لئے اصول کافی کتاب کافی ہے۔ پہلا حوالہ اسی کتاب کا ملاحظہ کریں:

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیس

سال سے زائد عمر میں شادی کی اور ان کے بطن سے قبل بعثت قاسم، رقیہ، زینب، اُمّ کلثوم پیدا ہوئے۔ اور بعثت کے بعد طیب، طاہر اور فاطمہ پیدا ہوئے۔

(اصول کافی، جلد اول، صفحہ 439، باب مولد النبی ووفاتہ، مطبوعہ ایران)

دوسرا حوالہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پیدا ہوئی قاسم اور طاہر رضی اللہ عنہما۔ اور زینب، رقیہ، اُمّ کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن، پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔ حضرت رقیہ اور حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہما سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نکاح کیا۔ (قرب الاسناد، صفحہ 9، مطبوعہ ایران)

اس روایت پر بحث کرتے ہوئے مناظر اعظم پاکستان فرماتے ہیں کیوں بھئی جعفری ہونے کا دعویٰ کرنے والو! اگر صحیح جعفری ہو تو معتبر کتاب حدیث بھی تمہارے مذہب کی اور حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے صاف مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کا صحیح فیصلہ فرمادیا اور آپ کے والد ماجد محمد باقر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فیصلہ سنا دیا۔ ثابت ہوا کہ جعفری اور باقری حقیقۃً وہ ہیں جو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ منکرین بنات رسول نہ جعفری ہیں نہ باقری۔

تیسرا حوالہ:

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما اور چار بیٹیاں زینب، رقیہ، اُمّ کلثوم اس کو

آمنہ بھی کہا جاتا ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

(مناقب آل ابی طالب، جلد اول، صفحہ 209، مطبوعہ ایران، سن اشاعت 1429ھ)

چوتھا حوالہ:

بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے طاہر، قاسم رضی اللہ عنہما، فاطمہ، اُمّ کلثوم، رقیہ اور زینب رضی اللہ عنہن ہیں۔ حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت امیر المومنین سے کیا۔ حضرت زینب کو حضرت ابوالعاص بن ربیع نے تزویج کیا اور اُمّ کلثوم کا نکاح عثمان بن عفان سے کیا۔ وہ رحمت الٰہی سے واصل ہو گئیں۔ ان کے بعد حضرت رقیہ کو ان سے تزویج فرمایا۔

(حیات القلوب اردو، جلد دوم، صفحہ 869، مطبوعہ مجلس علمی پاکستان)

پانچواں حوالہ:

ابن بابویہ نے بسند معتبر انہی سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے حضرت خدیجہ کے شکم سے قاسم اور طاہر، اُمّ کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہن) پیدا ہوئیں۔ (حیات القلوب، جلد دوم، صفحہ 870)

چھٹا حوالہ:

باقر مجلسی لکھتے ہیں مشہور یہ ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چار صاحبزادیاں تھیں اور سب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے شکم سے تھیں۔

(حیات القلوب، جلد دوم، صفحہ 870)

ساتواں حوالہ:

قرب الاسناد میں حضرت صادق سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ

علیہ وسلم کے لئے جناب خدیجہ سے طاہر، قاسم، فاطمہ، اُمّ کلثوم، رقیہ اور زینب پیدا ہوئے۔

(منتہی الامال اردو، جلد اول، صفحہ 150، مطبوعہ مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور)

آٹھواں حوالہ:

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد خدیجہ سے، قاسم، طاہر، اُمّ کلثوم، رقیہ، فاطمہ اور زینب رضی اللہ عنہم اجمعین پیدا ہوئے۔

(بحار الانوار، جلد 22، صفحہ 151، مطبوعہ ایران)

نواں حوالہ:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اولاد زینب، رقیہ، اُمّ کلثوم، فاطمہ، قاسم جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ہوئی اور طیب (رضی اللہ عنہم) تھے۔

(بحار الانوار، جلد 22، صفحہ 166)

دسواں حوالہ:

اور سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے دو صاحبزادے جنے اور آپ ہی سے چار شہزادیوں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُمّ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن کو جنم دیا۔

(انوار نعمانیہ، جلد اول، صفحہ 367، مطبوعہ بیروت)

گیارھواں فیصلہ کن حوالہ:

شیعہ وسنی دونوں فریقوں کی کتابیں اس بات کی تائید میں بھری پڑی ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں چار تھیں جن کے نام زینب، رقیہ، اُمّ کلثوم اور فاطمہ (رضی اللہ عنہن) ہیں۔

(تنقیح المقال، جلد 3، صفحہ 77، باب الحاء، مطبوعہ دار المجتبیٰ ایران)

بارہواں حوالہ:

حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے ہوا جن سے ایک صاحبزادی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ حضرت رقیہ (رضی اللہ عنہا) بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرتِ عثمان (غنی رضی اللہ عنہ) سے ہوا جن سے ایک صاحبزادے حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) پیدا ہوئے جو بچپن میں ہی وفات پا گئے۔ حضرت رقیہ (رضی اللہ عنہا) نے حضرت عثمان (غنی رضی اللہ عنہ) کے ساتھ حبشہ ہجرت بھی فرمائی۔ بدر والے دن آپ مدینہ منورہ میں وصال فرما گئیں۔ پھر رقیہ (رضی اللہ عنہا) کی بہن اُمّ کلثوم (رضی اللہ عنہا) بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کا نکاح ہوا۔

(انوار نعمانیہ، جلد اول، صفحہ 367)

تیرہواں حوالہ:

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور یہ حسین (رضی اللہ عنہ) ماموں اور خالہ کے لحاظ سے بھی تمام انسانوں سے افضل ہیں کیونکہ اس کے ماموں عبداللہ اور ابراہیم ہیں اور اس کی خالائیں حضرت رقیہ اور اُمّ کلثوم (رضی اللہ عنہا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ہیں۔

(ذبح عظیم، صفحہ 90، مطبوعہ مکتبہ رضویہ لاہور)

چودہواں حوالہ:

جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ حسین (رضی اللہ عنہ) وہ ہے جو باعتبار اپنے نانا اور اپنی نانی سب لوگوں سے افضل ہے۔ اس کی خالائیں زینب، رقیہ، اُمّ کلثوم (رضی اللہ عنہن) ہیں۔ (ذبح عظیم، صفحہ 36)

پندرہواں حوالہ:

حضرت عثمان (غنی رضی اللہ عنہ) کی فضیلت (جز وصدیق و فاروق رضی اللہ عنہما پر یہ ہے کہ) حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں حضرت رقیہ اور حضرت اُمّ کلثوم (رضی اللہ عنہما) کا نکاح آپ سے کیا جس کی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ (حاشیہ نہج البلاغہ، صفحہ 260 چھوٹا سائز، مطبوعہ بیروت)

سولہواں حوالہ:

بلاشبہ آپ (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف دو مرتبہ حاصل کیا۔ (نہج البلاغہ اردو، صفحہ 450، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

سترہواں حوالہ:

اللهم صل علی رقيه بنت نبيك.. اے اللہ رحمت فرما بی بی رقیہ پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہیں۔ اللهم صل علی اُمّ كلثوم بنت نبيك ۔ اے اللہ رحمت فرما بی بی اُمّ کلثوم پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہیں۔

(مفاتیح الجنان، صفحہ 416، مطبوعہ العمران پبلی کیشنز لاہور)

اٹھارہواں حوالہ:

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے 8 ہجری میں وفات پائی تھی۔

(مروج الذہب اردو، جلد دوم، صفحہ 222، باب ہجرت کا آٹھواں سال)

انیسواں حوالہ:

ہجرت کے دوسرے سال حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ (مروج الذہب، جلد دوم، صفحہ 220)

بیسواں حوالہ:

اہل تشیع کے نامور مورخ محمد تقی لکھتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو شہزادی رسول حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے عالم میں تیمارداری میں مشغول ہوئے۔

(ناسخ التواریخ، جلد اول، صفحہ 164، مطبوعہ ایران)

اکیسواں حوالہ:

ہجرت کے تیسرے سال آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے شادی کی اور اسی سال آپ کی بیٹی اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی۔

بائیسواں حوالہ:

آپ (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ) کی اولاد میں عبداللہ اکبر اور عبداللہ اصغر (رضی اللہ عنہما) تھے جو بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم رقیہ (رضی اللہ عنہا) کے بطن سے تھے۔ (مروج الذہب، جلد دوم، صفحہ 267)

تئیسواں چوبیسواں حوالہ:

یزید بن خلیفہ نے کہا میں حضرت ابو عبداللہ (جعفر صادق) کے پاس تھا تو قمیوں میں سے کسی نے آپ سے سوال کیا کہ اے ابو عبداللہ! کیا عورتیں نماز جنازہ پڑھ سکتی ہیں؟ آپ نے فرمایا بلاشبہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینب (رضی اللہ عنہا) فوت ہوئیں تو یقیناً حضرت فاطمہ علیہا السلام اپنی عورتوں میں نکلیں اور آپ نے اپنی ہمشیرہ حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) کی نماز پڑھی۔

(الاستبصار، جلد اول، صفحہ 486، تہذیب الاحکام، جلد 3، صفحہ 333)

پچیسواں حوالہ:

اور حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے 25 سال کی عمر میں حضرت خدیجہ بنت خویلد (رضی اللہ عنہا) سے نکاح کیا اور آپ کی بعثت سے قبل آپ کے ہاں قاسم، زینب، رقیہ اور اُم کلثوم پیدا ہوئیں اور بعثت کے بعد عبداللہ پیدا ہوئے اور حضرت فاطمہ پیدا ہوئیں۔ (تاریخ یعقوبی اردو، جلد دوم، صفحہ 37، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

چھبیسواں حوالہ:

اور منقول ہے کہ ابوالعاص رضی اللہ عنہ گندم اور کھجور سے اونٹ لاد کر شعب کے قریب جاتا اور انہیں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے) چھوڑ دیتا اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ابوالعاص (رضی اللہ عنہ) نے ہماری دامادی کا حق ادا کر دیا۔ (منتہی الامال، جلد اول، صفحہ 71)

ہم پوچھتے ہیں کہ بیٹی تھی تو داماد بنے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بغیر اور بیٹی ہی نہیں تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ داماد کیسے بن گئے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں بھی تھیں۔

اعتراضات اور ان کے جوابات:

اعتراض نمبر 1: کچھ لوگ جب دلائل کا جواب نہیں دے پاتے تو عاجز آکر کہتے ہیں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک بیٹی فاطمہ ہی تھیں باقی تین سوتیلی تھیں اور ان کی صرف پرورش حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔ اہلسنّت نے انہیں حقیقی بیٹیاں بنا رکھا ہے۔

جواب: جو شخص بنات سے سوتیلی بیٹیاں مراد لیتا ہے وہ بے چارہ عربی سے

ناواقف ہے کیونکہ عربی زبان میں سوتیلی بیٹی یعنی بیوی کی پچھلی لڑکی کو ربیبہ کہا جاتا ہے۔ بنت کا لفظ اس پر وارد ہی نہیں ہوتا جیسا کہ قرآن مجید سے مذکور ہے:

وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز (النساء،23)

اوران کی بیٹیاں جوتمہاری گود میں ہیں ان بیبیوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔

یہ بے چارے عربی سے ایسے کورے ہیں ان کو اتنا علم بھی نہیں کہ بنات کا لفظ سوتیلی بیٹیوں پر استعمال ہی نہیں ہوتا بلکہ سوتیلی بیٹیوں پر لفظ ربائب استعمال ہوتا ہے۔ اب ہم منکرین کی معتبر کتب سے ثابت کرتے ہیں کہ حضرت زینب، رقیہ اور اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہن بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی طرح آپ کی حقیقی صاحبزادیاں ہیں نہ کہ سوتیلی۔

قتادہ بن رعامہ سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کے نکاح میں آنے سے پہلے عتیق بن عائذ کے نکاح میں تھیں۔ اس سے ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی جو محمد بن صیفی المخزومی کی والدہ تھیں پھر عتیق کے وفات پانے کے بعد ابو ہالہ ہند بنت زرارہ کے نکاح میں آئیں تو ان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک لڑکا ہند پیدا ہوا۔ پھر اس خاوند کے فوت ہونے کے بعد حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی۔

(کشف الغمہ، جلد اول، صفحہ 510، 511، مطبوعہ ایران، بحار الانوار، جلد 16، صفحہ 10، مطبوعہ ایران)

مذکورہ دونوں حوالوں سے ثابت ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے سے قبل دو آدمیوں سے عقد ہوا تھا جن میں سے ایک کا نام عتیق اور دوسرے کا نام ابو ہالہ تھا۔ ان میں سے اول الذکر سے ایک لڑکی اور موخر الذکر سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔

سردست منکرین بنات رسول کا ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں جس سے مسئلہ

بالکل کلیئر ہو جائے گا۔

حدثه عن ابيه هند ابی حالة ربيب رسول الله صلى الله عليه وسلم وامه خديجه ۔ (بحارالانوار، جلد 19، صفحہ 58)

ہند ابی ہالہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے تھے۔ ان کی والدہ کا نام خدیجہ رضی اللہ عنہا تھا۔

ناظرین محترم! آپ نے اہل تشیع کی مستند کتب کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائے۔ اگر بقول ان کے حضرت زینب، رقیہ اور اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے ہوتیں تو ان کا کم از کم کسی ایک کتاب میں ثبوت تو ملتا۔ باقر مجلسی نے ہند کو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ربیب لکھا ہے اور یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ ان کی والدہ کا نام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سوتیلا ہند ہی تھا اگر تینوں صاحبزادیاں بھی سوتیلی ہوتیں تو ان کا ذکر بھی یہاں ہوتا۔

اعتراض نمبر 2: منکرین بنات رسول بڑا واویلا کرتے ہیں کہ جب مباہلہ ہوا تھا اور حکم ہوا تھا فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ

(آل عمران، 61)

اگر چار بیٹیاں تھیں تو مباہلہ میں ایک بیٹی حضرت فاطمہ کیوں شامل ہوئی باقی تین کیوں شامل نہ ہوئیں؟ معلوم ہوا بیٹی ہی ایک تھی۔

جواب: ان کا مجتہد شیخ عباس قمی لکھتا ہے کہ مباہلہ دس ہجری میں ہوا تھا۔

(منتہی الامال، جلد اول، صفحہ 132)

مباہلہ ہوا ہے ہجری دس میں اور ہم پیچھے لکھ آئے ہیں کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیاں پہلے انتقال فرما گئی تھیں۔ اب ہم اہل تشیع کی کتب

سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا سن وصال بیان کرتے ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سات بچے پیدا ہوئے۔ زینب، رقیہ، اُمّ کلثوم، فاطمہ، قاسم۔ جن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت تھی۔ طاہر، طیب، تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ ان صاحبزادیوں میں سے پہلی زینب ہیں۔ ان سے چھوٹے قاسم پھر اُمّ کلثوم پھر فاطمہ پھر رقیہ پھر طیب پھر ابراہیم رضی اللہ عنہم۔ آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ابوالعاص کی بیوی تھیں جن کا نام قاسم ابن ربیع تھا۔ ان کے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام امامہ تھا۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال آٹھ ہجری میں ہوا تھا۔ دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں، ان کی شادی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ ان سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام حضرت عبداللہ تھا اور حضرت عثمان اسی کی نسبت سے اپنی کنیت رکھتے تھے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ منورہ میں بھی دونوں اکٹھے ہی آئے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال دو ہجری میں ہوا۔ یہ اس وقت ہوا جب حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر میں مصروف تھے۔ تیسری صاحبزادی اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت رقیہ کے انتقال کے بعد ان کی شادی بھی حضرت عثمان غنی سے ہوئی۔ حضرت اُمّ کلثوم کا انتقال ماہ شعبان سات ہجری میں ہوا۔ چوتھی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء ہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نکاح میں تھیں۔ (بحارالانوار، جلد 22، صفحہ 166)

خلاصہ:

مذکورہ حوالہ سے دو امور ثابت ہوئے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ ان میں سے جناب ابراہیم کو چھوڑ کر

بقیہ چھ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ کی صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں۔ زینب، رقیہ، اُمّ کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ دوسرا یہ کہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال آٹھ ہجری، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا دو ہجری اور حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا وصال سات ہجری میں ہوا۔

منکرین کے بہت بڑے مجتہد نے اولادِ رسول کی تعداد اور ان کی ترتیب پیدائش ذکر کی۔ اولادِ رسول میں سے چار صاحبزادیوں کے نام اور ان کا سن وصال وغیرہ ذکر کیا۔ اس سے ایک بات جو ہمارا موضوع ہے وہ کھلے الفاظ سے ثابت ہو گئی کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔

اب آلِ رسول کے جھوٹے محب اور نام نہاد محبان علی جو یہ کہتے پھرتے ہیں کہ آپ کی صرف ایک صاحبزادی تھیں، کون سا منہ کل قیامت کو حضور کو دکھائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تینوں صاحبزادیوں کے سِن وفات جو بالترتیب آٹھ، سات اور دو ہجری ہیں۔ اب شیعوں کا اعتراض ختم ہو گیا کہ نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ کے وقت صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کیوں لیا گیا۔

باقر مجلسی لکھتا ہے کہ ایک روایت کے مطابق حضرت زینب رضی اللہ عنہا آٹھ ہجری میں برحمت الٰہی واصل ہوئیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات مدینہ منورہ میں (ہجری دو میں) ہوئی جبکہ جنگ بدر واقع ہوئی تھی۔ تیسری بیٹی حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال سات ہجری میں ہوا۔ (حیات القلوب، جلد دوم، صفحہ 871)

فضائل سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

راکب دوشِ مصطفیٰ، جگر گوشۂ علی المرتضیٰ، نورِ نظر فاطمۃ الزہرا، سیّد الشہداء، سلطانِ کربلا، امام عالی مقام حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ 5 شعبان ہجری 4 کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد 4، صفحہ 348، رقم 270، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ)

حضرت اُمّ فضل، جن کا نام لبابہ بنت حارثہ رضی اللہ عنہا تھا، حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں۔ حالت یہ ہے کہ پریشانی سے چہرہ مغموم ہے۔ بولیں یارسول اللہ! میں نے آج رات بڑا خوفناک خواب دیکھا ہے (یعنی میں نے ایسا خواب دیکھا ہے جو میرے خیال میں بڑا ہی خطرناک اور ہیبت ناک ہے) فرمایا کیا خواب ہے؟ بولیں حضور بہت خطرناک ہے۔ فرمایا وہ کیا ہے؟ بولیں میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم پاک کا ٹکڑا کٹ کر میری گود میں آ گیا ہے۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں رہے گا چنانچہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امام حسین کو جنم دیا آپ میری گود میں رہے جیسا کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(مشکوٰۃ، کتاب الفتن، الفصل الثالث، رقم الحدیث 6161)

برکت حسین رضی اللہ عنہ کی:

حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز کے بعد حضور

جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم چہرہ مبارک صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف کرلیا کرتے تھے۔ آپ کا چہرۂ انور چودھویں کے چاند کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ آپ کے حسن و جمال کا یہ عالم تھا کہ اگر غمگین بھی دیکھ لیتا تو غم غلط ہو جاتے تھے۔

امام اہلسنت غزالیٔ زماں سیّد احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

جلوۂ والضحیٰ دیکھتے رہ گئے
حسن بدر الدجیٰ دیکھتے رہ گئے
روئے روشن پہ زُلف سیاہ دیکھ کر
ہم ضحیٰ اور سجیٰ دیکھتے رہ گئے
لامکاں پہنچے آقا تو روح الامیں
سدرۃ المنتہیٰ دیکھتے .. رہ گئے
حسن اقراء تو دیکھا تھا جبریل نے
ہم تو غارِ حرا دیکھتے رہ گئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن فجر کی نماز کے بعد خلاف معمول آپ نے رخِ اقدس صحابہ کی طرف نہ کیا اور حضرت علی کو بلا کر مسجد سے تشریف لے گئے۔ اصحاب رسول دیکھتے ہی رہ گئے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کہاں اور کیوں تشریف لے گئے ہیں۔

جب بیت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر پہنچے تو دروازہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو روکتے ہوئے آپ نے فرمایا: علی! دروازہ پر کھڑے رہنا، کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: حضور کیا بات ہوئی؟ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسین (رضی اللہ عنہ) کی ولادت ہوئی ہے۔ آسمان سے ملائکہ کا

نزول ہو رہا ہے۔ وہ سب مبارک باد دینے آ رہے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دروازہ پر کھڑے رہے۔

امیر المومنین خلیفہ بلا فصل حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا۔ وہ بھی پیچھے پیچھے آ گئے۔ دروازہ پر پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بولے: سرکار کہاں ہیں؟ گھر میں! میں اندر جا سکتا ہوں؟ ابھی نہیں سرکار مصروف ہیں۔ کیا آپ نے فرمایا تھا کہ ابوبکر کو اندر نہ آنے دینا؟ یہ بات نہیں۔ دراصل حسین (رضی اللہ عنہ) کی ولادت ہوئی ہے اور چار لاکھ چوبیس ہزار فرشتے مبارک باد دینے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متعجب ہوئے اور دروازہ پر ہی بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے۔ حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی دروازہ پر روکے رکھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آ گئے۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب کو دروازہ پر روکے رکھا۔

کچھ دیر بعد حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ سب صحابہ نے سلام عرض کیا اور ولادت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مبارکباد دی۔ انہوں نے حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یہ بات بھی سنائی کہ چار لاکھ چوبیس ہزار فرشتے نازل ہوئے ہیں۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا علی! فرشتوں کی تعداد کا تمہیں کیسے علم ہوا؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کیا کہ میں نے فرشتوں کو گروہ در گروہ اترتے دیکھا ہے۔ فرشتے اپنی اپنی زبان میں باتیں کر رہے تھے اور وہ اپنی تعداد بھی بتا رہے تھے۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا کہ علی کو خدا نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے پھر آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی

اللہ عنہ سے فرمایا میں آپ کو ایک عجیب تر واقعہ سناتا ہوں کہ ان فرشتوں میں ایک اپاہج فرشتہ بھی تھا جس کے نہ تو پر تھے اور نہ ہی ہاتھ پاؤں۔ میں نے اس سے پوچھا: تمہارے پر، ہاتھ اور بازو کیا ہوئے؟ وہ کہنے لگا یارسول اللہ! میں ملائکہ مقربین میں سے تھا۔ ایک آسمان کا دروازہ کھلا پایا تو میں نے زمین کی طرف جھانکا۔ مجھے ایک بے دست و پا شخص نظر آیا۔ اسے دیکھ کر میں نے کہا کہ اس شخص کو زندگی سے کیا سروکار؟ اس کے لئے تو مرجانا ہی بہتر ہے۔ بس پھر کیا تھا یارسول اللہ! مجھ پر خدا کا عتاب نازل ہو گیا۔ پر جل گئے، ہاتھ پاؤں کٹ گئے، اوندھے منہ زمین پر گر پڑا اور ایک جزیرہ میں سات سو سال پڑا رہا۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اس کی باتیں غور سے سن رہا تھا۔ فرشتے نے رو کر اپنی بات کو جاری رکھا۔ یارسول اللہ! ولادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر فرشتے مبارکباد دینے جا رہے تھے۔ انہوں نے مجھے پہچان لیا اور مجھے آپ کی بارگاہ تک لے آئے تاکہ حرمت حسین کا صدقہ آپ میری شفاعت فرمائیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے گا۔

حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے فرشتے کے لئے دعا مانگی تو جبرائیل امین علیہ السلام نے حاضر ہو کر کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم اقدس سے لپٹی ہوئی چادر اس فرشتے کے وجود سے لگائیے۔ میں نے ایسے ہی کیا تو فرشتہ تندرست ہو کر پہلی حالت پر آ گیا۔

(جامع المعجزات، صفحہ 168 تا 171، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

نبوت ناز کرتی ہے رسالت ناز کرتی ہے
حسین آلِ رسول حق پہ وحدت ناز کرتی ہے
خدا کی راہ میں یوں تو بہت قرباں ہوئے لیکن
شہنشاہِ شہیداں پر شہادت ناز کرتی ہے

فریضہ بندگی کا زیرِ خنجر بھی نبھایا ہے
وہ ایسے عابد ہیں جن پر عبادت ناز کرتی ہے
ہزاروں سے لڑے تنہا حسین ایسے بہادر تھے
جہاں بھر کے دلیروں کی شجاعت ناز کرتی ہے
شجاعت کیا، عدالت کیا، سخاوت کیا، صداقت کیا
حسین ابن علی پر تو قدرت ناز کرتی ہے

قارئین محترم! یہ شان ہے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی چادر مبارک کی کہ فرشتے کے جسم سے لگی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو صحت عطا فرما دی۔ جب شہید کربلا کی چادر کی یہ شان ہے تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کی کیا شان ہوگی؟

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی تھیں جن کا نام حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تھا۔ یہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کرتہ مبارک تھا جو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے۔ مدینہ شریف میں جب بھی کوئی بندہ بیمار ہو جاتا وہ ہمارے گھر آ جاتا تو ہم اس مبارک کرتے کو پانی میں دھو کر کرتہ نکال لیتے اور وہ پانی بیماروں کو پلا دیتے۔ آپ فرماتی ہیں یستشفی بھا وہ پانی پینے سے اللہ تعالیٰ مریضوں کو شفا دے دیتا۔

(صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، جلد دوم، صفحہ 190، مطبوعہ لاہور)

اس حدیث شریف کے تحت حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث میں دلیل ہے کہ بزرگوں کے کپڑوں اور نشانات سے برکت حاصل کرنا جائز ہے۔ (شرح مسلم، جلد دوم، صفحہ 190، مطبوعہ المیزان لاہور)

سب گھرانہ نور کا:

حضرت علامہ نور الدین عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا

امام حسین رضی اللہ عنہ کا حسن و جمال کچھ اس طرح کا تھا کہ جب آپ اندھیرے میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کی مبارک پیشانی اور رخساروں سے انوار نکلتے اور قرب وجوار کو روشن کر دیتے۔ (شواہد النبوۃ، صفحہ 304، مطبوعہ لاہور)

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سبط رسول حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضور ان سے شدید محبت فرماتے تھے۔

راوی فرماتے ہیں کہ نواسۂ رسول حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میں اپنی امی کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں صاحبزادے کے ساتھ جاؤں؟ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ پس آسمان سے بجلی چمکی جس کی روشنی میں آپ چلے یہاں تک کہ اپنی والدہ سیّدہ زہرا رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گئے۔

(مجمع الزوائد، جلد 9، صفحہ 215، باب مناقب الحسین بن علی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، دلائل النبوۃ لابی نعیم، صفحہ 505، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، سیر اعلام النبلاء، جلد 4، صفحہ 349، رقم 270، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، رقم الحدیث 4782، مسند احمد، رقم الحدیث 10669، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور، خصائص الکبریٰ، جلد دوم، صفحہ 170، مطبوعہ ممتاز اکیڈمی لاہور، ذخائر العقبیٰ، جلد دوم، صفحہ 89، مطبوعہ ایران، تہذیب التہذیب، جلد 2، صفحہ 275، رقم 1317، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

رات کے اندھیرے میں آسمانی بجلی کا چمک کر راستے کو روشن کرنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے تھا۔ جس ہستی کے راستے پر روشنیاں بکھیرنے کے لئے دست قدرت کار فرما ہو اس شہزادۂ رسول کی عظمتوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

چشمہ ابل پڑا:

حضرت ابوعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سبط رسول حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ شریف جانے کے لئے مدینہ شریف سے نکلے تو آپ کا گزر ابن مطیع رضی اللہ عنہ پر ہوا۔ وہ اپنا کنواں کھود رہے تھے۔ انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا۔

این فداك ابی وامی - میرے ماں باپ آپ پر قربان، کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا مکہ شریف جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ابن مطیع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: بے شک میرے ماں باپ آپ پر فدا، آپ ہمیں اپنی ذات پاک سے نفع پہنچائیں (فرمایا کیا نفع چاہتے ہو؟) تو ابن مطیع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے اس کنویں کا پانی بہت کم ہے۔ برائے کرم ہمارے لئے برکت کی دعا فرمائیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کنویں کا پانی لاؤ۔ ڈول سے پانی نکال کر آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے منہ لگا کر اس سے پانی پیا اور کلی کی اور کلی والا پانی کنویں میں ڈال دیا تو کنویں کا پانی کافی بڑھ بھی گیا اور پہلے سے زیادہ میٹھا اور لذیز بھی ہو گیا۔

(طبقات الکبریٰ، جلد 5، صفحہ 74، ترجمہ عبداللہ بن مطیع، رقم 680، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوان اہلبیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلبیت

جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم چومیں:

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ کھانے کی دعوت پر گئے۔ گلی میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کھیل رہے تھے۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے آگے بڑھ گئے اور اپنے ہاتھ آگے کی طرف بڑھا دیئے۔ صاجبزادے ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ہنساتے رہے حتیٰ کہ انہیں پکڑ لیا۔ اپنا ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا ان کے سر کے اوپر کر لیا پھر ان کو چوم کر فرمایا حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ جس نے حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔ حسین رضی اللہ عنہ نواسوں میں سے ایک نواسے ہیں۔

(ترمذی، کتاب المناقب، رقم الحدیث 3784، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ابن ماجہ، کتاب السنہ، باب فضل الحسن والحسین، رقم الحدیث 144، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور، مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، باب اول، فضائل ابی عبداللہ الحسین، رقم الحدیث 4820، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

مصطفیٰ عزت بڑھانے کے لئے تعظیم دیں
ہے بلند اقبال تیرا دودمان اہل بیت

جنتی حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا من سرہ ینظر الی رجل من اھل الجنۃ فالینظر الی الحسین بن علی ۔ جسے اہل جنت میں سے کسی کو دیکھنا پسند ہو تو وہ حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ (مجمع الزوائد، جلد 9، صفحہ 217، رقم الحدیث 15110، باب مناقب حسین بن علی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

شبیہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت محمد بن ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی

اللہ عنہ کا جسم مبارک حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے مشابہ تھا۔

(مجمع الزوائد، جلد 9، صفحہ 215، رقم الحدیث 15103، باب مناقب حسین ابن علی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، معجم کبیر، جلد 2، صفحہ 239، رقم الحدیث 2776، مطبوعہ بیروت)

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شان اہل بیت

گردن کے ساتھ چمٹ گئے:

حضرت سیّدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے، حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرمارہے تھے۔ آپ آکر حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن کے ساتھ چمٹ گئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے کھڑے ہوگئے اور اپنے ہاتھ مبارک سے انہیں تھام لیا اور حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے رکے رہے یہاں تک کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ لوٹ گئے۔

(مجمع الزوائد، جلد 9، صفحہ 216، رقم الحدیث 15107، باب مناقب حسین بن علی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

سجدہ لمبا کردیا:

حضرت سیّدنا عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور سجدے کی حالت میں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن پر سوار ہوگئے تو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ سجدہ لمبا کردیا حتیٰ کہ لوگوں کو گمان ہونے لگا کہ کوئی نیا امر رونما ہوگیا ہے۔ جب حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمائی تو لوگوں نے بارگاہِ نبوی صلی اللہ

علیہ وسلم میں عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے سجدہ بہت لمبا کیا ہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ کوئی نیا امر رونما ہو گیا ہے۔

تو اس پر حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک مجھ پر میرا بیٹا (حسین) سوار ہو گیا تھا تو میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ اسے جلدی سے اتار دوں۔ یہاں تک کہ وہ اپنی حاجت وچاہت اور شوق پورا کرلے۔

(احیاء العلوم، جلد 2، صفحہ 504، مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور)

اس شہید بلا شاہِ گلگوں قبا
بے کس دشت غربت پہ لاکھوں سلام

الم نشرح کے سینہ پر:

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے ان دونوں کانوں نے سنا اور ان دونوں آنکھوں نے دیکھا کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے حضرت سیّدنا امام حسن یا حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کی دونوں ہتھیلیوں کو پکڑا اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے دونوں قدم حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر تھے اور آپ نے فرمایا: چڑھ آ۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آگے آئے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے قدموں کو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے الم نشرح کے سینہ پر رکھ دیا۔

پھر حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسین! اپنا منہ کھولو! پھر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بوسہ لیا اور پھر بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا **اللھم احبہ فانی احبہ** ۔ اے اللہ عزوجل! اسے محبوب رکھ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 514، کتاب الفضائل، باب ماجاء فی الحسن والحسین، مطبوعہ

مکتبہ امدادیہ ملتان، سبل الہدیٰ والرشاد، جلد 11، صفحہ 107)

شہد خوارِ لعاب زبان نبی
چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام

حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خلوت نشین تھے (یعنی آپ کی بارگاہ میں علیحدہ بیٹھے ہوئے تھے) کہ اچانک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک اور پیٹ مبارک پر اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ اسی دوران میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر بول کر دیا تو ہم لوگ ان کی طرف لپکے تو حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو چھوڑ دو۔ پھر حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور پانی بول پر بہا دیا۔

(ذخائر العقبیٰ، جلد دوم، صفحہ 90، باب ذکر الحسن والحسین، مطبوعہ ایران، مسند احمد، رقم الحدیث 19266، مسند الکوفیین، مطبوعہ لاہور، سبل الہدیٰ والرشاد، جلد 11، صفحہ 108، باب امام حسین کے مناقب، مطبوعہ لاہور)

اے حسین اے مصطفٰے را راحت جاں نور عین
راحت جاں نور عینم دہ بیا امداد کن

حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے:

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **حسین منی وانا من حسین احب اللہ من احب حسینا حسین سبط من الاسباط۔**

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو محبوب رکھتا ہے جو حسین سے محبت رکھے۔ حسین اولاد میں سے ایک فرزندارجمند ہے۔

(سنن ترمذی، رقم الحدیث 3784، باب مناقب الحسن والحسین، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، سنن ابن ماجہ، کتاب السنہ، باب فضل الحسن والحسین، مطبوعہ لاہور، مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، جلد 7، صفحہ 515، مشکوٰۃ، کتاب الفتن، رقم الحدیث 6150، مطبوعہ مصر، مسند احمد، رقم الحدیث 17704، مطبوعہ لاہور، سبل الہدیٰ والرشاد، جلد 11، صفحہ 107، مطبوعہ لاہور، سیر اعلام النبلاء، جلد 4، صفحہ 350، رقم 270، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، تہذیب التہذیب، جلد 2، صفحہ 318، رقم 1391، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الصواعق المحرقہ، صفحہ 272، مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور، ذخائر العقبیٰ، جلد 2، صفحہ 93، مطبوعہ ایران)

مندرجہ بالا حدیث پاک میں حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے نواسے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کمال محبت والفت کا اظہار فرمایا ہے۔ اس طرح کا انداز عرب شریف میں مدتوں سے چلا آتا ہے۔ بلغائے عرب جب کسی سے اتحاد والفت اور قرب ومحبت کا شدت سے اظہار کرنا چاہیں تو کہتے ہیں فلان منا ونحن منه کہ فلاں ہم سے ہے اور ہم اس سے ہیں۔

کونین میں بلند ہے رتبہ حسین کا
سرکارِ دو جہاں ہیں نانا حسین کا
فرش زمیں سے عرش تک شہرہ حسین کا
بے مثل ہے جہان میں کنبہ حسین کا

حسین رضی اللہ عنہ کے قدموں کی مٹی:

غیر مقلدین کی قد آور شخصیت مولوی عبد المجید سوہدروی لکھتے ہیں کہ ایک دن حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف کی کسی گلی سے گزر رہے تھے، وہاں چند چھوٹے بچے کھیل کود میں مصروف تھے۔ آپ نے ایک لڑکے کو گود میں اٹھا لیا اور اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ پاس ہی کھڑے تھے۔ انہوں نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کس کا لڑکا ہے؟ جس سے آپ اس قدر محبت کرتے

ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ لڑکا ایک دن میرے حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے پاؤں کی خاک اٹھا کر اس نے اپنی آنکھوں سے ملی۔ پس اس دن سے میں بھی اسے محبت کی نگاہ سے دیکھنے لگا ہوں کیونکہ جو حسین سے محبت کرتا ہے وہ مجھے بھی پیارا ہے۔

(رہبر کامل، صفحہ 74،75، مطبوعہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ گوجرانوالہ، تیرہواں ایڈیشن، جولائی 2001ء)

در درجِ نجف مہر برجِ شرف
رنگ روئے شہادت پہ لاکھوں سلام

شمس وقمر کا بیٹا:

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

خیرۃ اللہ من الخلق ابی
ثم امی فانا بن الخیرتین

ساری مخلوق سے بہترین اللہ تعالیٰ کے نزدیک میرا باپ اور میری ماں ہے اور میں دو بہترین ہستیوں کا بیٹا ہوں۔

من لہ جد کجدی فی الوری
وکشیخی فانابن القمرین

تمام زمانوں میں ساری مخلوق میں میرے نانا جان جیسا کسی کا نانا ہے؟ اور میرے شیخ و بزرگ جیسا بزرگ ہے؟ میں شمس وقمر کا بیٹا ہوں۔

فاطمۃ الزھراء امی و ابی
قاصم الکفر ببدر و حنین

فاطمۃ الزہراء میری ماں ہے اور میرا باپ! بدر و حنین میں کفر و ظلم کی کمر توڑ کر اس کو تباہ و برباد کرنے والا ہے۔ (نور الابصار، جلد اول، صفحہ 451، مطبوعہ فیصل آباد)

دیں پناہ است حسین رضی اللہ عنہ:

عطائے رسول ہندالولی غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شاہ است حسین ، بادشاہ است حسین
دین است حسین ، دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

حسین شاہ ہیں، حسین بادشاہ ہیں، حسین دین بھی ہیں اور دین کی پناہ بھی ہیں۔ آپ نے اپنا سر دے دیا لیکن اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں نہ دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ حسین بنائے لا الٰہ ہیں یعنی اور لا الٰہ کی بنیادوں کو مستحکم کرنے والے ہیں۔

حسین رضی اللہ عنہ اور قرآن:

ایک امریکن پادری گولڑہ شریف آیا اور مجلس میں داخل ہوتے ہی سوال پیش کیا کہ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید میں ہر چیز کا ذکر موجود ہے حالانکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جن کی زندگی میں چھ برس تک قرآن مجید نازل ہوتا رہا ان کا نام قرآن مجید میں موجود نہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسلام کے لئے بڑی قربانی دی ہے۔ ایسے خادم اسلام کا ذکر تو قرآن مجید میں ضرور ہونا چاہیے تھا۔

حضرت تاجدارِ گولڑہ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پادری سے دریافت فرمایا کہ پادری صاحب! کیا آپ نے قرآن مجید پڑھا ہے؟ کہنے لگا میں نے قرآن مجید پڑھا ہے اور اس وقت بھی میرے پاس ہے۔ فرمایئے کہاں سے پڑھوں۔ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! پادری صاحب کو بھی قرآن دانی کا دعویٰ ہے۔ یہاں عمر گزری

ہے اسی دشت کی سیاحی میں مگر اس کے دعوے کی مجال نہیں۔ پھر پادری صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا اچھا پادری صاحب! قرآن پڑھئے کہیں سے پڑھئے۔ وہ مؤدب ہو کر بیٹھ گیا اور عربی لہجے میں ترتیل سے پڑھنے لگا:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ غوثِ زماں، پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اشارے سے روک کر فرمایا کہ بس اعوذ تو قرآن مجید کا حصہ نہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قرآن مجید کی آیت ہے اور بقاعدہ ابجد اس کے عدد 786 ہیں۔ اب ذرا لکھئے:

امام حسین، عدد ہیں 210

سن پیدائش...... 4 ہجری

سن شہادت...... 61 ہجری

کرب وبلا...... 261

امام حسن...... 200

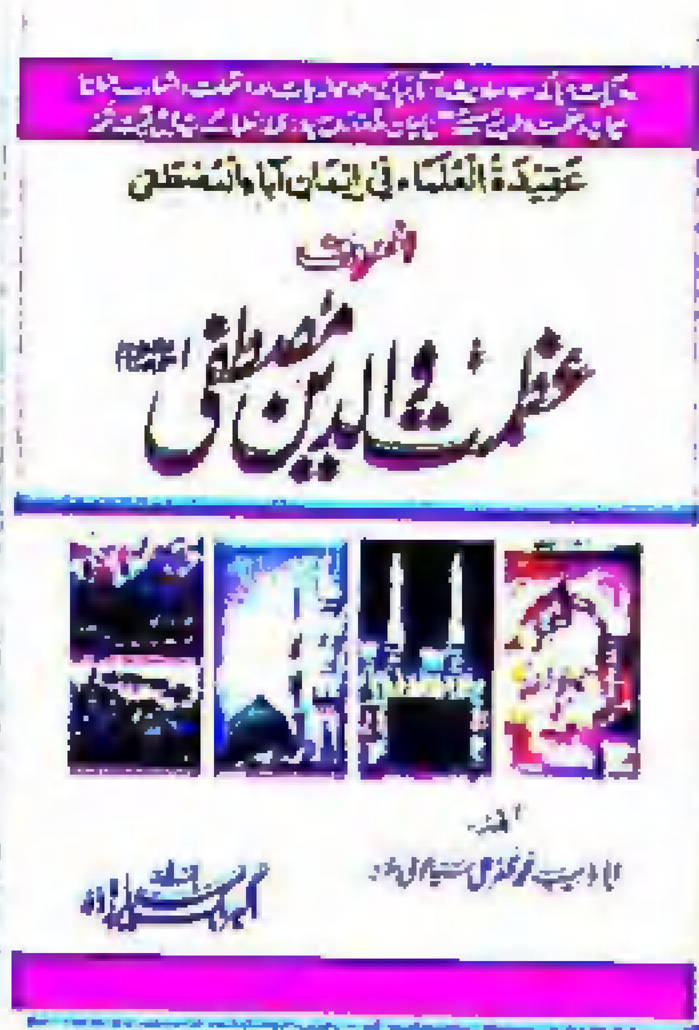
سن شہادت...... 50

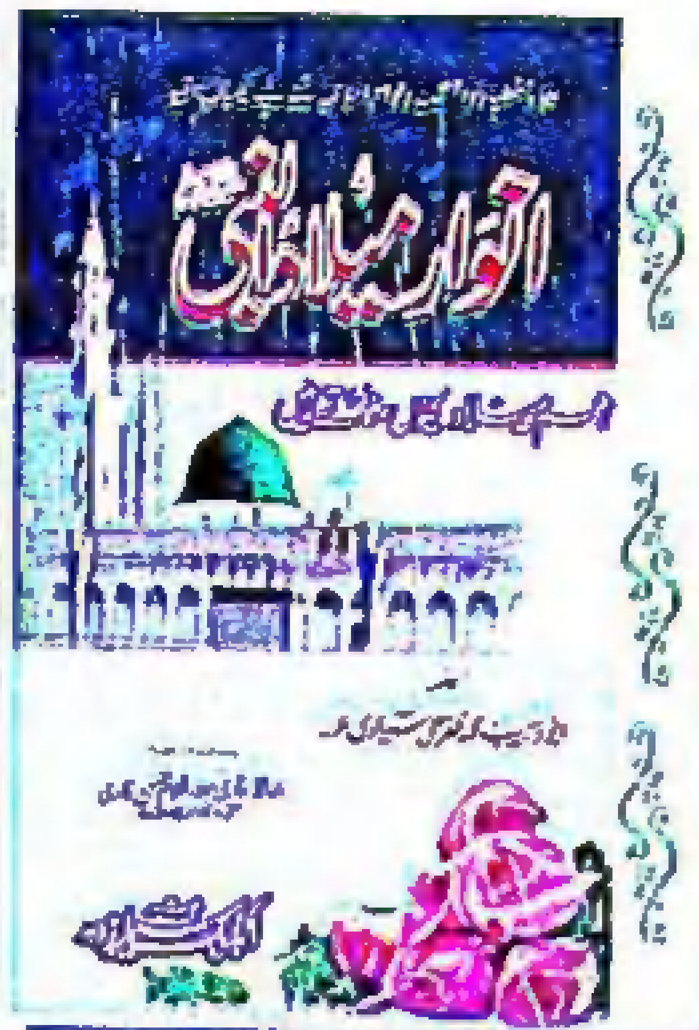
میزان...... 786

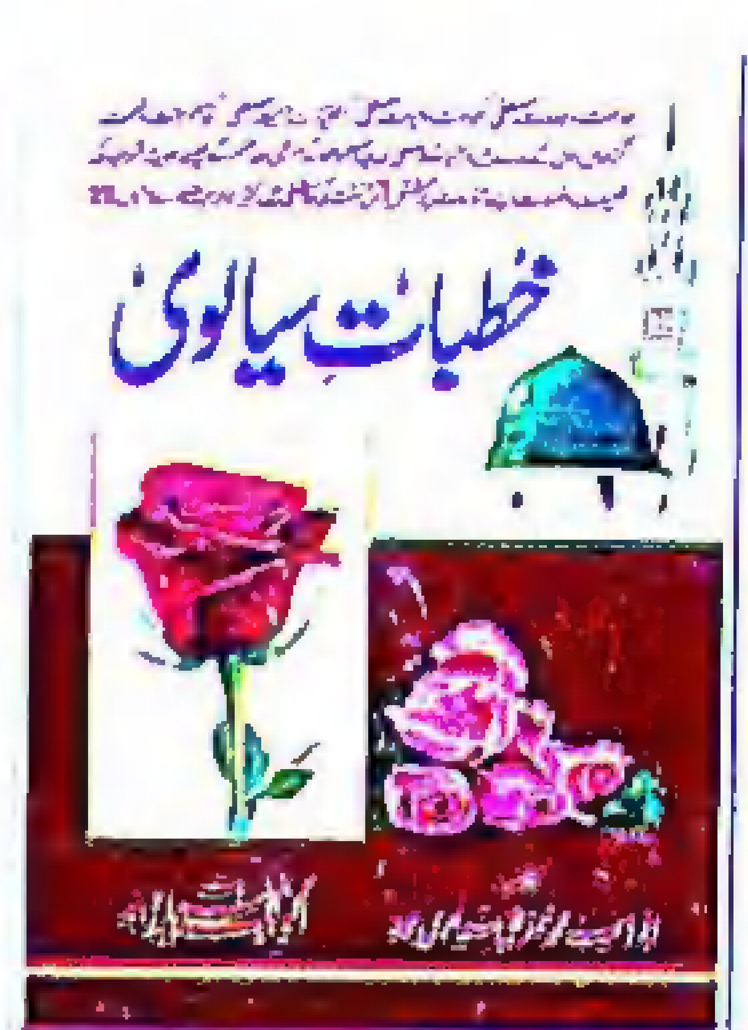
حضرت تاجدارِ گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پادری صاحب! قرآن مجید کی جو پہلی آیت آپ نے پڑھی اس میں ہی حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام، سن پیدائش، سن شہادت، مقامِ شہادت اور ان کے برادرِ مکرم حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا نام اور سن شہادت اور دونوں بھائیوں کا تذکرہ موجود ہے۔

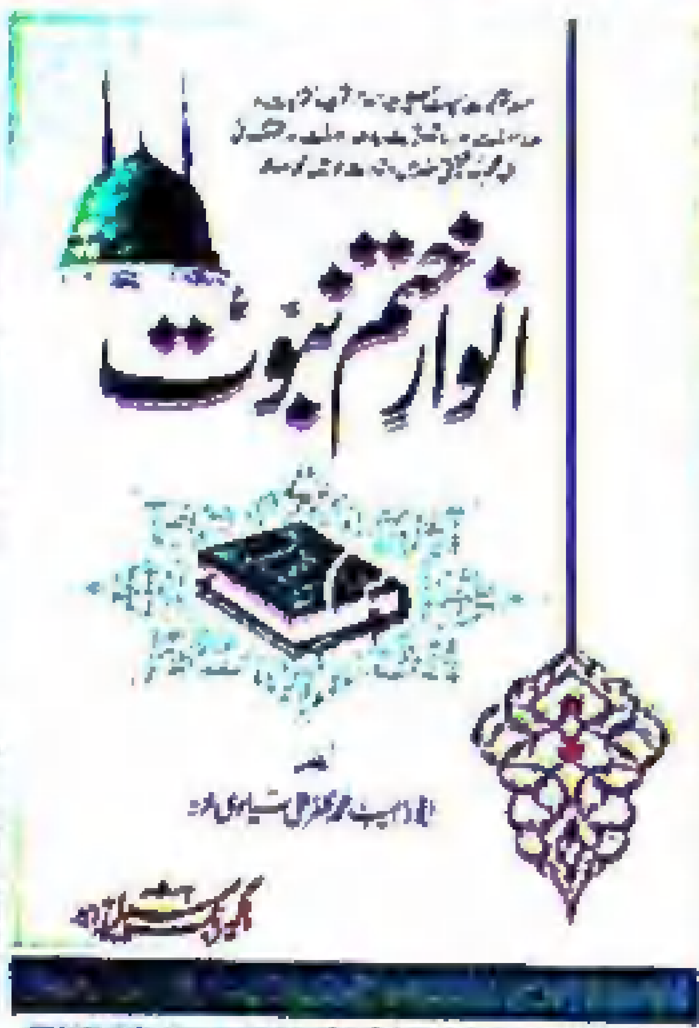
(مہر منیر، صفحہ 426، مطبوعہ گولڑہ شریف، سن اشاعت 1991ء)

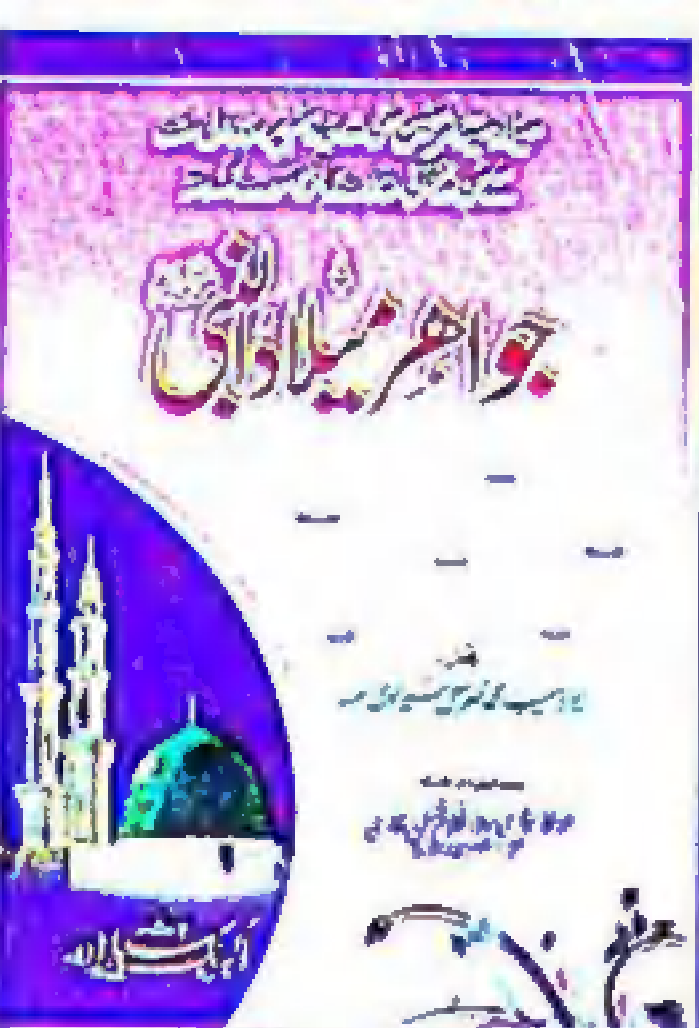
ابو ذہیب محمد ظفر علی سیالوی غفرلہ کی چند دیگر تصانیف

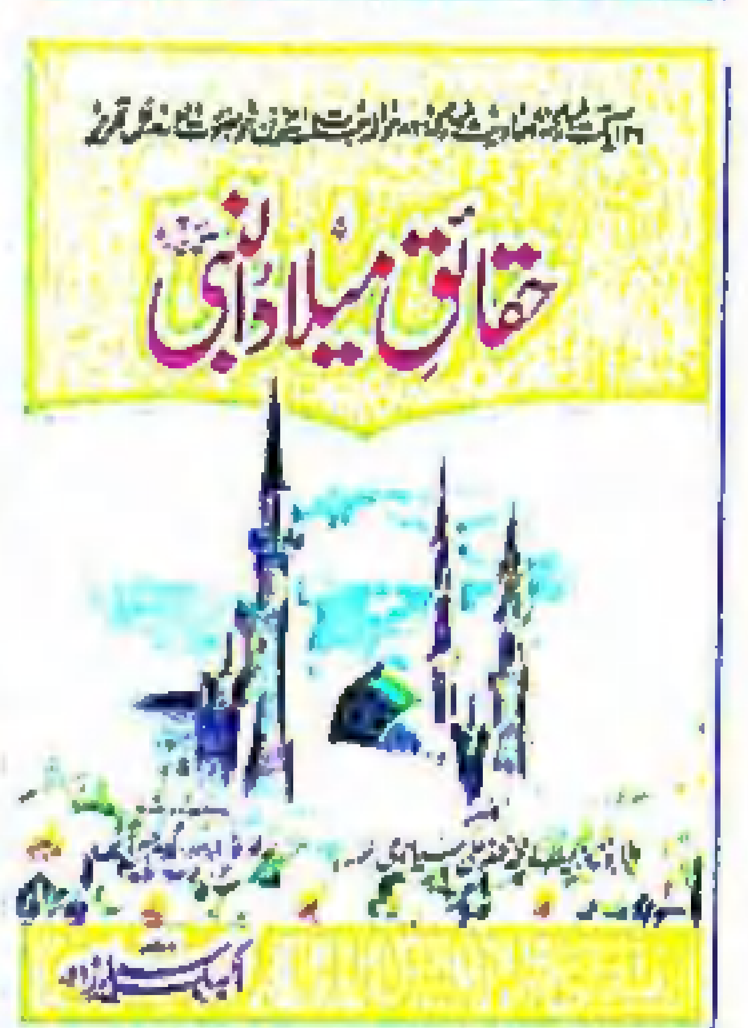


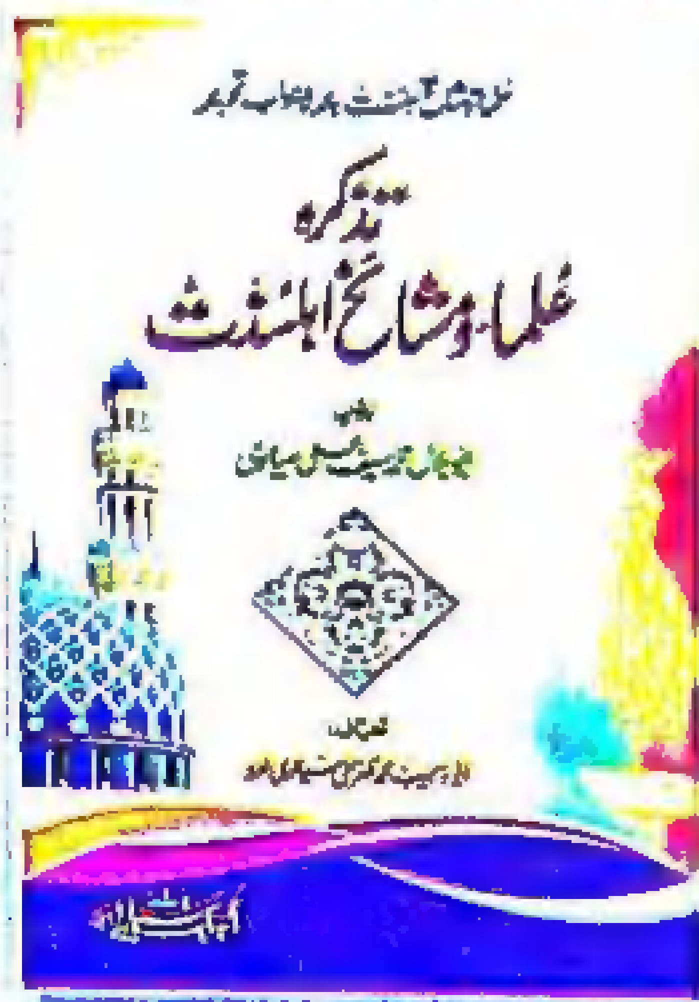


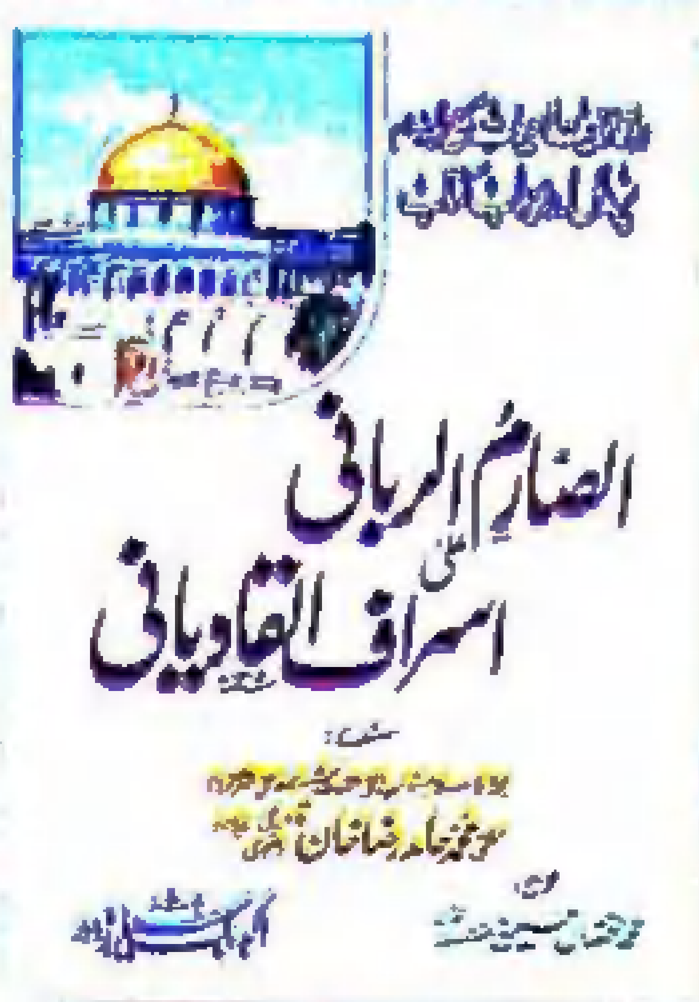


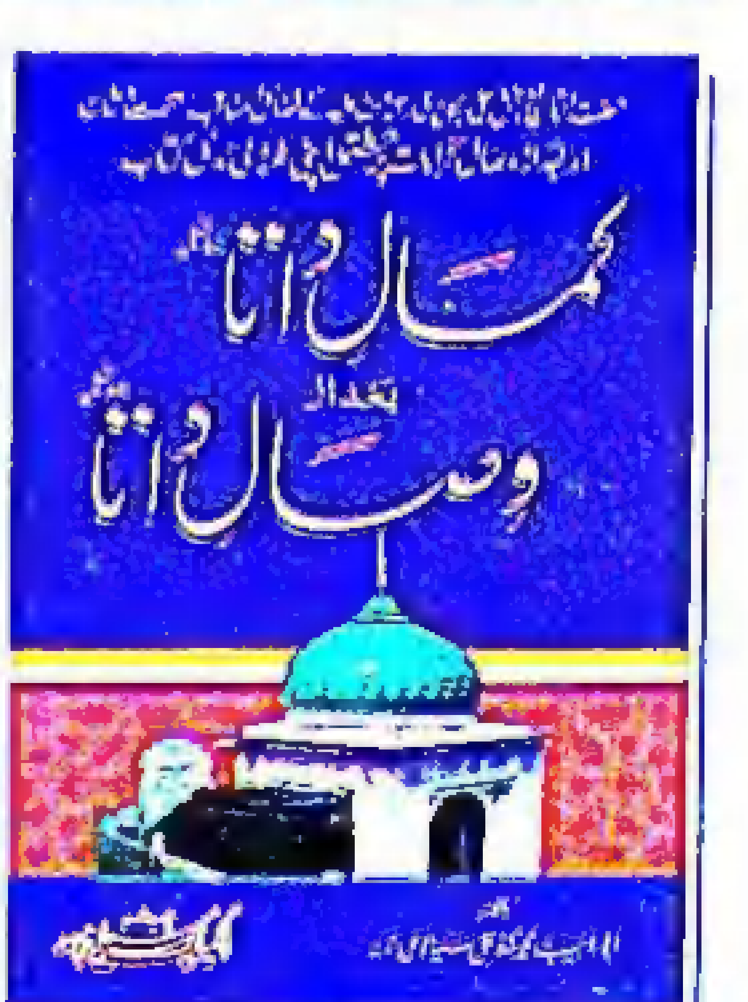








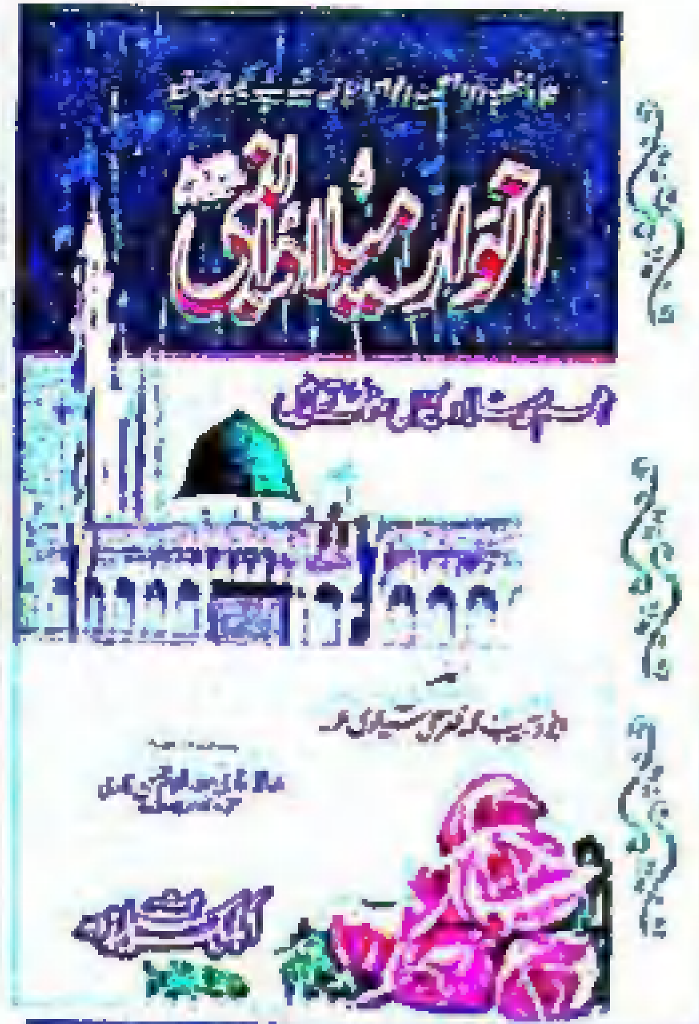


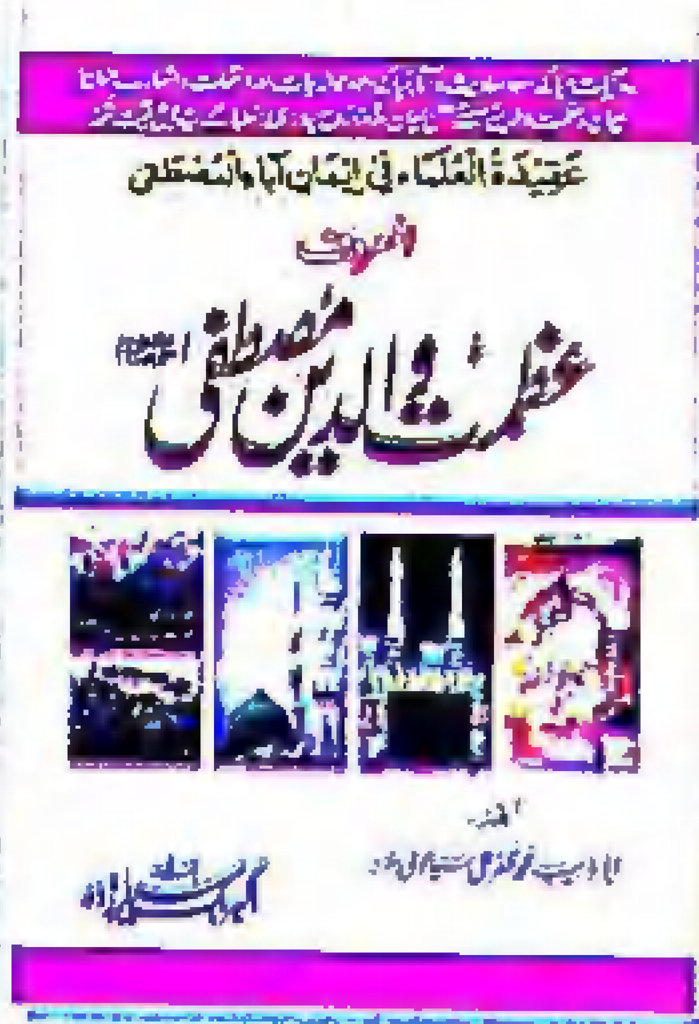


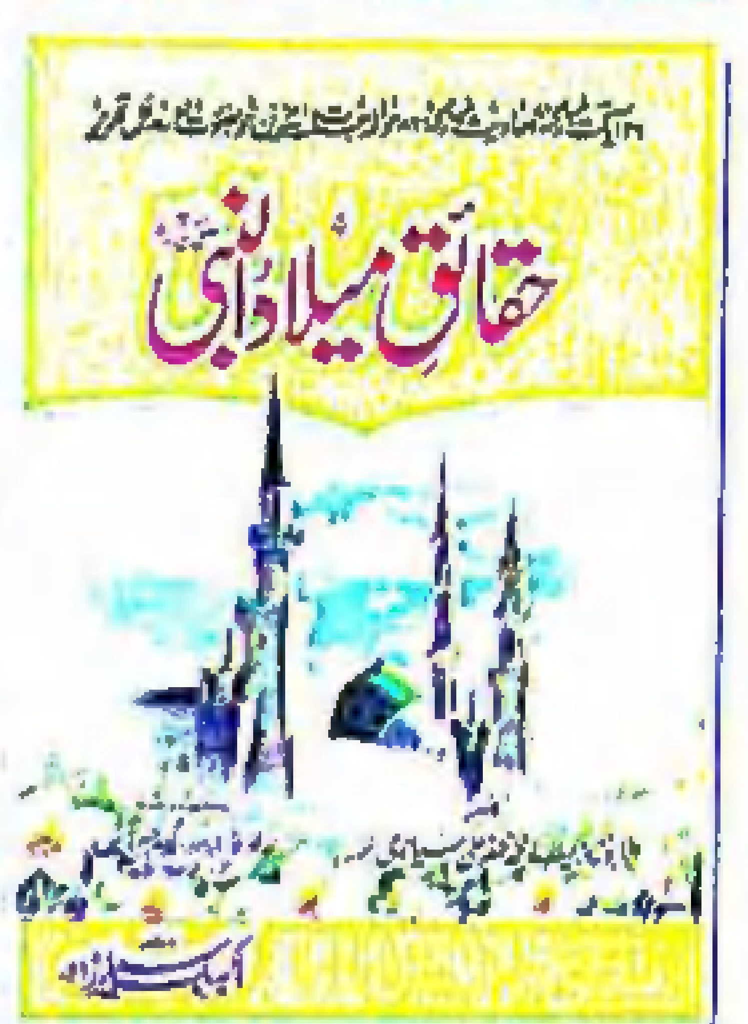
ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph:37352022

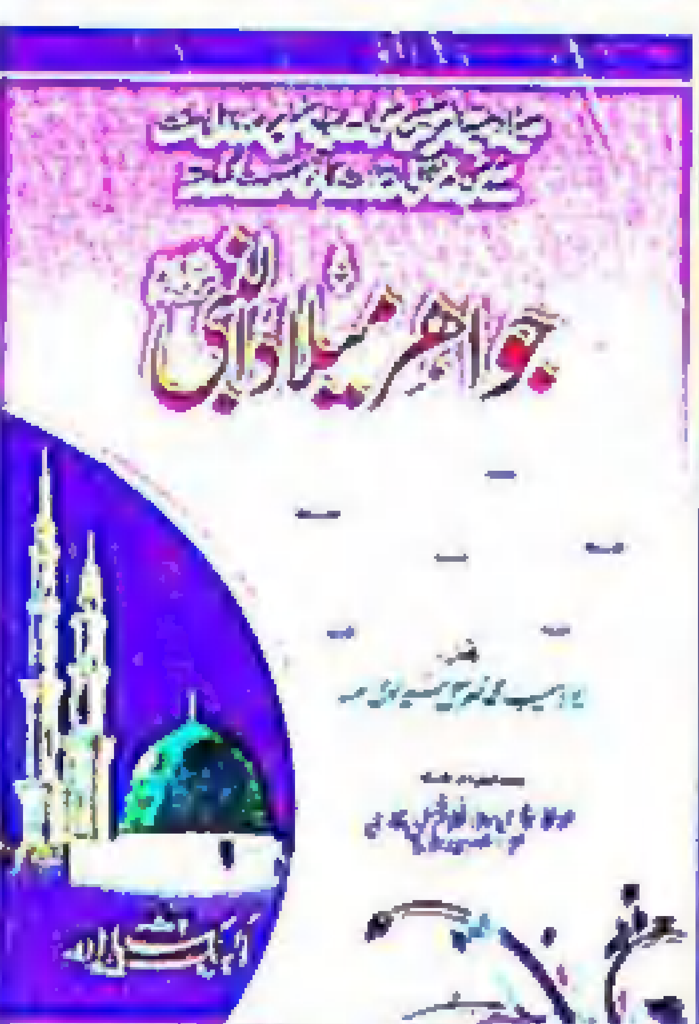
ابو ذہیب محمد ظفر علی سیالوی غفرلہ کی چند دیگر تصانیف

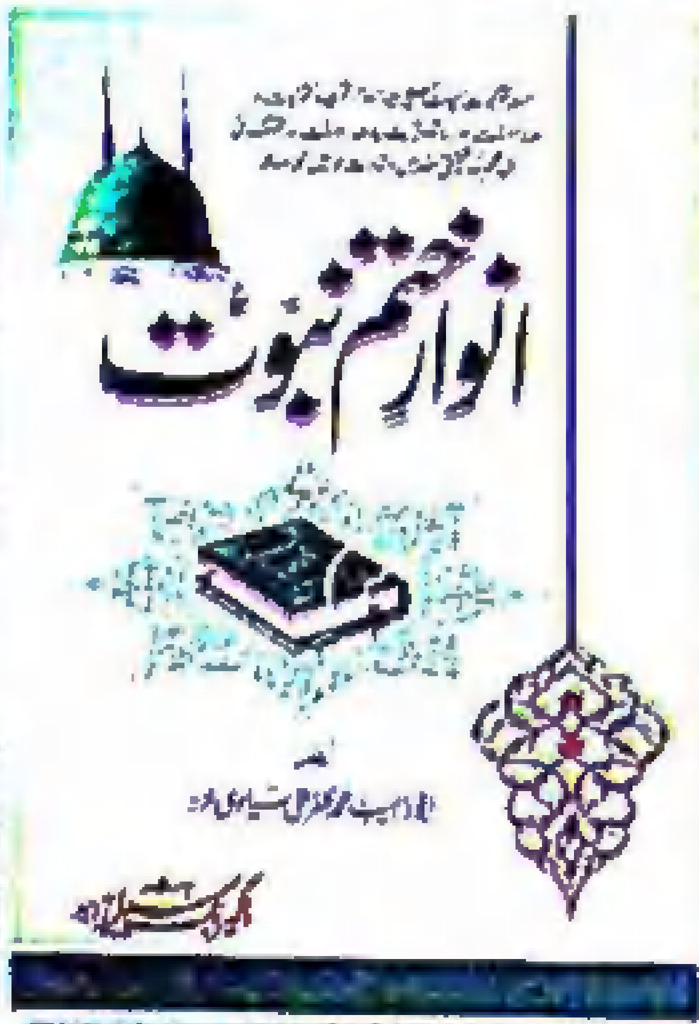


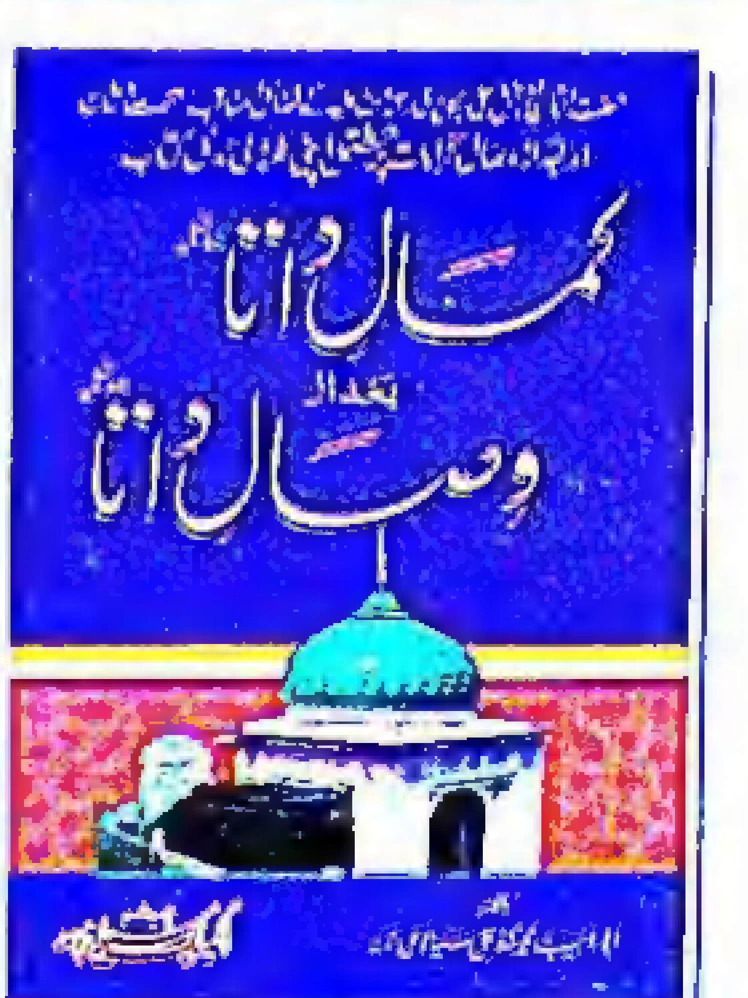


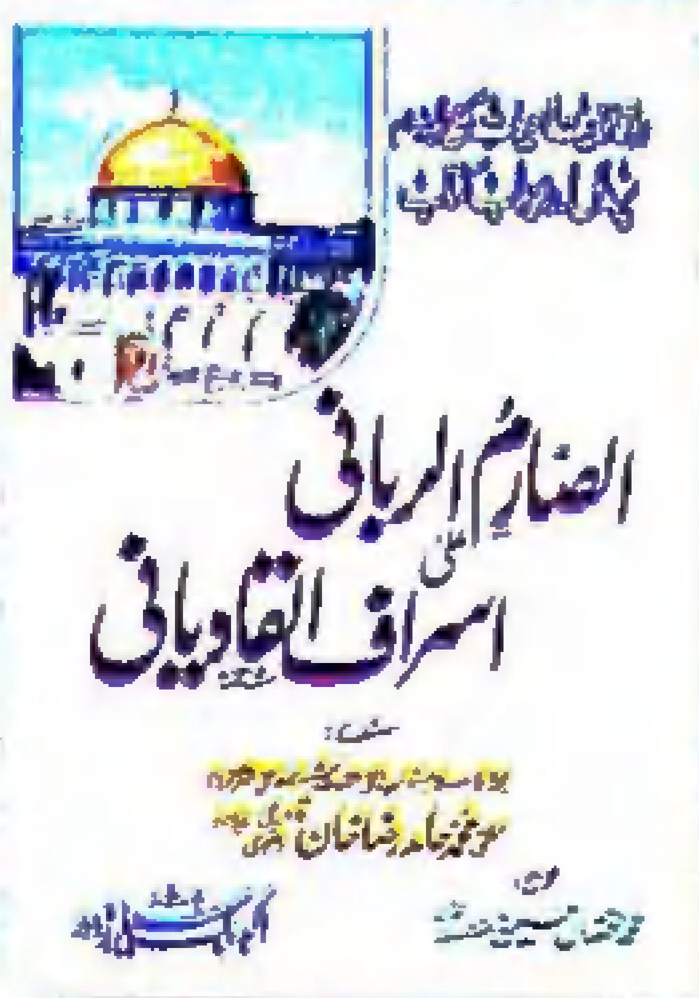


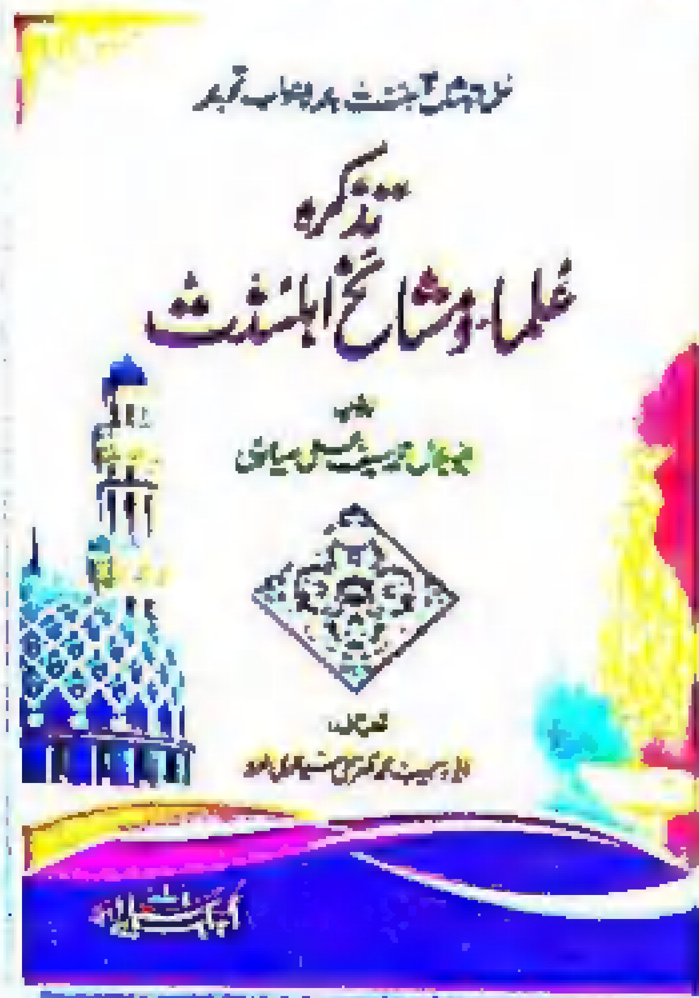












ناشر
اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph:37352022